جلد نمبر ۱۱ | ۲۶ شہادت ۱۳۴۱ ہش - ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ - ۲۶ اپریل ۱۹۶۲ء | نمبر ۱۷

امن بخش اور صلحکاری کی بنیاد ڈالنے والا پیارا اصول

از سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"یہ اصول نہایت پیارا اور امن بخش اور صلحکاری کی بنیاد ڈالنے والا اخلاقی حالتوں کو مدد دینے والا ہے کہ ہم ان تمام نبیوں کو سچا سمجھ لیں جو دنیا میں آئے خواہ ہند میں ظاہر ہوئے یا فارس میں یا چین میں یا کسی اور ملک میں اور خدا نے کروڑہا دلوں میں ان کی عزت اور عظمت بٹھا دی اور اُن کے مذہب کی جڑ قائم کر دی اور کئی صدیوں تک وہ مذہب چلا آیا۔ یہی اصول ہے جو قرآن نے ہمیں سکھلایا ہے۔ اس اصول کے لحاظ سے ہم ہر ایک مذہب کے پیشوا کو جن کی سوانح اس تعریف کے نیچے آتی ہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ گو وہ ہندوؤں کے مذہب کے پیشوا ہوں یا فارسیوں کے مذہب کے یا چینیوں کے مذہب کے یا یہودیوں کے مذہب کے یا عیسائیوں کے مذہب کے"۔

(تحفہ قیصریہ مطبوعہ ۱۸۹۷ء)

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان ــــ مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۶۲ء

ملکی اتحاد و یکجہتی کا بہترین ذریعہ

پیشوایانِ مذاہب کی عزت و احترام کا قیام

ہندوستان کی پرانی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ اس سرزمین کو قدیم سے مذہب کے ساتھ گہرا تعلق رہا ہے۔ اور اس وقت بھی جس کثرت سے مختلف النوع مذاہب کے پیرو اس ملک میں بود و باش رکھتے ہیں دنیا کا کوئی دوسرا ملک اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا نہ صرف عمومی رنگ میں بلکہ مذہبی معتقدات نے اہل وطن کے خیالات اور اندازِ فکر بلکہ طبائع پر بھی نہایت گہرا اثر ڈالا ہے۔ چنانچہ اہل وطن کی مذہب سے زیادہ دلچسپی اور غیر معمولی لگاؤ کو دیکھ کر ایک زمانہ میں غیر ملکیوں نے ناجائز فائدہ اُٹھا کر اندر ہی اندر ان میں افتراق و انشقاق کے خطرناک بیج بو دیئے۔ اور وہ چیز یعنی مذہب جو بنی نوع انسان میں باہم الفت و محبت بڑھانے کے لئے معرضِ وجود میں آئی تھی وہ غلط راستہ پر پڑ کر ایک خطرناک شکل اختیار کر گئی ــ!

ہمارا اشارہ غیر ملکی حکمرانوں کی "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" پالیسی کی طرف ہے جنہوں نے نہایت ہوشیاری اور چالبازی سے مذہبی اختلافات کو ہوا دیتے ہوئے ہمارے تابع ہموطنوں کو آپس میں لڑا دیا اور اُن میں نفرت و حقارت کے بیج بونے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی تا ہمارے ملک پر اُن کا ناجائز قبضہ دیر پا رہے!! چنانچہ ہمارا ملک اس آزمائش میں ایک وقت تک پڑا رہا۔ اور بعض ناسمجھی کی بنا پر ایک بھائی دوسرے بھائی پر زیادتی کرتا رہا!!

اگرچہ ایسے وقت میں کبھی کبھی اہلِ دانش نے اپنے ہموطنوں سے اس بات پر نوٹس بھی لیا اور مناسب طریق پر اپنے ہموطنوں کو توجہ بھی دلائی کہ وہ مذہبی اختلاف کو باہمی مناقشات کا ذریعہ نہ بنائیں مگر چونکہ ایسے فرقہ وارانہ اختلافات بلکہ فسادات غیر ملکی حکمرانوں کے مفاد میں تھے اس لئے ہر ایسی اصلاحی تجویز کو جو ہندوستانیوں کے ایسے مذہبی اختلافات کو ختم کرنے کا ذریعہ ثابت ہوتی ہمیشہ ہی ناکام ہوتی رہی!! مگر اہلِ دل نے اپنی جدوجہد جاری رکھی کہ نیک بات کبھی نہ کبھی وقت تو اثر کرے گی اور شیطانی آواز کسی وقت تو دبے گی!!

چنانچہ انہی مذہبی مناقشات کو دیکھ کر ہمارے ملک میں ایک دیار کی طرح پہلے بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے آج سے ۷۰ سال قبل

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے حکومتِ وقت کے سامنے باقاعدہ اسکیم کی صورت میں مؤثر ذرائع اصلاح پیش کئے جن میں اس بات کو واضح کیا کہ ان فسادات کا اصل باعث کیا ہے اور ان کے سدِباب کے لئے کون کونسے عملی اقدامات مفید ہو سکتے ہیں!! مگر افسوس کہ حکومت کی طرف سے کچھ کارروائی عمل میں نہ آئی اور عوام نے بھی اس طرف کوئی توجہ نہ کی۔

اس کے بارہ تیرہ سال بعد حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے ایک اہم پیشکش کے ساتھ اپنے ہموطنوں کو خطاب کیا اور مذہبی مناقشات کو ختم کرنے کے لئے ایک ضروری نقطہ پر باہم صلح کر لینے کی طرف دعوت دی۔ آپ نے صلح کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ کسی ملک کے باشندے اُن آسمانی اور زمینی برکتوں سے اُس وقت تک صحیح رنگ میں متمتع نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ وہ آپس میں صلح اور محبت کے ساتھ نہ رہیں ــ ایک ہی ملک میں بسنے کی وجہ سے مختلف مذہبی عقائد کے باوجود وہ سب انسانیت کے دائرہ میں متحد ہیں اور مذہبی نقطۂ نگاہ سے ہم سب ایک ہی خدا کے بندے ہیں اسلئے باہمی عداوت اور دشمنی زیب نہیں دیتی۔

آپؑ نے ان مذہبی مناقشات کی اصل وجہ کی نشاندہی کرتے ہوئے بتایا کہ اصل وجہ ایک دوسرے کے مذہبی پیشواؤں کی کما حقہٗ عزت و احترام کی پاسداری کا فقدان ہے اسلئے چاہیئے کہ ہندوستان میں بسنے والے لوگ ایک دوسرے کے مذہبی پیشواؤں کو اُسی طرح قابلِ عزت سمجھیں جس طرح وہ اپنے بزرگوں کو سمجھتے ہیں۔ آپؑ نے اس اہم نظریہ کو واضح کرتے ہوئے بیان کیا کہ مذہبی راہنما خواہ کسی زمانہ میں ظاہر ہوئے اور کسی قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ بلا استثناء سب کے سب چونکہ ہمارے لئے قابلِ احترام ہیں اسلئے آؤ ہم اس بنیاد پر آپس میں جلد صلح کر لیں تاکہ ہمارا ملک اتحاد کی برکتوں سے وافر حصہ لے۔

۱۹۰۸ء میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی رحلت ہوئی آپ نے اپنی وفات سے صرف چند روز قبل لاہور میں ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے پڑھے جانے والے ایک مضمون میں جو پیغامِ صلح کے نام سے شائع ہوا۔ اس قسم کی صلح کی تجویز کا اعادہ کرتے ہوئے ہموطنوں کو متنبہ کیا کہ اگر وہ جلد اس صلح کے لئے تیار نہ ہوئے تو ملک پر بڑی بڑی آفتیں آنے والی ہیں ــ!!

چنانچہ بعد کے حالات نے جو خصوصیت سے تقسیم ملک کے وقت مشاہدہ میں آئے ثابت کر دیا کہ خدا کے اس بندہ کی بات سچی تھی کاش ہمارے ہم وطنوں نے اس پر توجہ کان دھرا ہوتا ــــ!!

اگرچہ بعد کے پیش آمدہ حالات نے حکومتِ برطانیہ کو کسی حد تک مجبور کر دیا کہ مذہبی پیشواؤں کی بے حرمتی کو روکنے کے لئے کچھ نہ کچھ کرے۔ چنانچہ تعزیراتِ ہند میں ایسی دفعات بڑھا دی گئیں۔ جن کی رُو سے مذہبی مقدس ہستیوں کی بے حرمتی قابلِ تعزیر جرم قرار پایا۔ مگر ظاہر ہے کہ ایسے جملہ قوانین اپنے اندر صرف سلبی پہلو رکھتے ہیں۔ اور جب تک اس سلسلہ میں کوئی ایجابی قدم نہ اُٹھایا جائے ــــ خاطر خواہ نتائج کا حاصل ہونا ممکن نہیں چنانچہ ایسے قوانین کے باوجود فرقہ وارانہ فسادات ختم نہ ہو سکا۔

جب ایک لمبے عملی تجربہ کے بعد یہ بات واضح ہو گئی کہ حکومتِ برطانیہ ہندوستانیوں کے باہمی اتحاد و محبت کے لئے اس سے زیادہ آگے جانے کے لئے تیار نہیں تو ۱۹۲۹ء میں حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنی طرف سے وہ مثبت اور مؤثر قدم اُٹھانے کا آغاز فرمایا جس کے نتیجہ میں ایک طرف فرقہ وارانہ کشیدگی کم ہو اور دوسری طرف ہموطنوں کی باہمی الفت و محبت کے جذبات کو اُبھرنے اور اُن کے دلوں میں ہمدردی کو زیادہ سے زیادہ مراتب پیدا ہوں۔

آپ نے اپنی جماعت کو حکم دیا کہ ہر سال مخصوص طور پر ایک دن ایسا مقرر کیا جائے جس میں مشترکہ طور سے تمام مذہبی پیشواؤں کی سیرت و سوانح اور اُن کی نیک تعلیمات کا مؤثر رنگ میں ذکر کیا جائے۔ اُس دن ملک کے ہر حصہ میں ایسے پُرامن اور پُروقار جلسے منعقد کئے جائیں اور ساتھ ہی اس موقعہ پر جماعت کے اخبارات و رسائل پیشوایانِ مذاہب کی سیرت و سوانح پر مشتمل ایسے عمدہ مضامین شائع کریں جن سے ایک طرف ملکی فضاء درست ہو اور ہموطنوں کے دلوں سے باہمی کدورت دور ہو تو دوسری طرف روحانی مقدس ہستیوں کے بارہ میں اُن کے دلوں میں حقیقی رنگ میں عزت و احترام قائم ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ ایسی مثبت سعی ہے جس کا خوشکن نتیجہ نکلنا اور پھر لمبے عرصے دلوں کا مل جانا اور مختلف قوموں کے آپس میں تعلقات کا استوار ہونا محبت و ہمدردی کے جذبات کا اُبھرنا اور بالآخر ملک کا اتحاد کی برکتوں سے مالامال ہونا لازمی تھا ــ!!

چونکہ احمدیہ جماعت کی شاخیں خدا تعالیٰ کے فضل سے نہ صرف ملک کے طول و عرض میں قائم تھیں بلکہ بیرونی ممالک میں بھی سینکڑوں مقامات میں احمدی آباد ہیں اور جو اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر دم تیار ہیں اسلئے ایک نیک تحریک کو ایک عملی جامہ پہنانے میں جماعت کو نہ صرف سہولت رہی بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے نمایاں کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ چنانچہ ۱۹۲۹ء سال سے ہر سال جماعت کی طرف سے سال میں ایک دن ایسے جلسے قریباً ہر جگہ منعقد کئے جاتے ہیں اور سلسلہ کے اخبارات کے خاص نمبر اس کی اشاعت کے ساتھ مذہبی پیشواؤں کو خراجِ عقیدت پیش کیا جاتا ہے نتیجہ یہ ہے کہ خدا کے فضل سے ایسے جلسوں کو ہر جگہ پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے بیسیوں نامور ہستیوں، ملک کے سنجیدہ افراد نے جماعت کے اس عملی اقدام کی سراہنا کی ہے حکمران متعدد مقامات میں وزراء، سیاسی لیڈر اور اونچے طبقہ کے تعلیمیافتہ دوستوں نے ایسے جلسوں میں شمولیت اختیار کی اور بیشتر اوقات ان جلسوں میں صدارت کے فرائض سرانجام دیئے جماعت کی طرف سے اُٹھائی گئی اس آواز کو مؤثر اور نتیجہ خیز بنانے میں تعاون فرمایا ہے جو اس تحریک کی قبولیتِ عامہ اور کامیابی کا عملی ثبوت ہے۔

اسی سلسلہ میں امسال ہمارے ملک میں بتاریخ ۲۹ اپریل یومِ پیشوایانِ مذاہب منایا جا رہا ہے اس مبارک موقع پر ادارہ بدر بھی پیشوایانِ مذاہب کے ذکرِ خیر پر مشتمل عقیدت کے چند پھول پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ خدا کرے ہماری یہ حقیر کوشش اس بلند مقصد کے حصول میں ممد و معاون ثابت ہو اور ہمارے ہموطنوں کے دل بھی اس کی اہمیت و ضرورت کی طرف متوجہ ہوں تا وہ بھی (باقی صفحہ پر)

اخبارِ احمدیہ

ربوہ ۲۱ اپریل (بوقت پانچ بجے صبح) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ آج کی رپورٹ مظہر ہے کہ

آجکل حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔

احباب جماعت خاص توجہ اور احترام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولا کریم اپنے فضل سے حضور کو صحتِ کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

قادیان ۲۳ اپریل محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمدللہ

قادیان ۲۴ اپریل حسبِ اعلان ۲۹ اپریل کو قادیان میں وسیع پیمانہ پر سیرت پیشوایانِ مذاہب کا جلسہ منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں وزیر پنجاب شری پنڈت موہن لال جی صدارت فرمائیں گے۔ اور مختلف مذاہب کے نامور نمائندگان کو تقاریر کی دعوت دی گئی ہے اللہ تعالیٰ نیک نتائج پیدا فرمائے۔ آمین

”دوسری قوموں کے بزرگوں کو عزت سے یاد کرو!!“

دیکھو یہ کیسی پیاری تعلیم ہے جو دنیا میں صلح کی بنیاد ڈالتی ہے اور تمام قوموں کو ایک قوم کی طرح بنانا چاہتی ہے:

(کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ):

”انسانی فطرت شہادت دیتی ہے کہ جن نبیوں کی عام طور پر کروڑہا لوگوں میں قبولیت پھیل جاتی ہے اور دلوں میں ان کی نہایت درجہ محبت اور عظمت بیٹھ جاتی ہے اور نصرتِ الٰہی بارش کی طرح ان پر برستی ہے وہ ہرگز جھوٹے نہیں ہوتے۔“

”ہمیں بڑا فخر ہے کہ جس نبی علیہ السلام کا ہم نے دامن پکڑا ہے خدا کا اُس پر بڑا ہی فضل ہے۔ وہ خدا تو نہیں مگر اُس کے ذریعہ سے ہم نے خدا کو دیکھ لیا ہے۔ اُس کا مذہب جو ہمیں ملا ہے خدا کی طاقتوں کا آئینہ ہے .... اُسی عظیم الشان نبی نے ہمیں سکھایا ہے کہ جن جن نبیوں اور رسولوں کو دنیا کی قومیں مانتی چلی آئی ہیں اور خدا نے عظمت اور قبولیت اُن کی دنیا کے بعض حصوں میں پھیلا دی ہے وہ درحقیقت خدا کی طرف سے ہیں اور اُن کی آسمانی کتابوں میں گو دور دراز زمانہ کی وجہ سے کچھ تبدل و تغیر ہو گیا ہو یا اُن کے معنی خلافِ حقیقت سمجھے گئے ہوں مگر دراصل وہ کتابیں منجانب اللہ اور عزت و تعظیم کے لائق ہیں۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دوسرے ملکوں کے انبیاء کی نسبت سوال کیا گیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ ہر ایک ملک میں خدا تعالیٰ کے نبی گذرے ہیں۔ اور فرمایا کان فی الھند نبیًّا اسود اللون اسمہ کاھنا یعنی ہند میں ایک نبی گذرا ہے جو سیاہ رنگ تھا اور نام اس کا کاہن تھا یعنی کنھیا جس کو کرشن کہتے ہیں۔ اور آپ سے پوچھا گیا کہ کیا زبان پارسی میں بھی کبھی خدا نے کلام کیا ہے۔ تو فرمایا ہاں خدا کا کلام زبان پارسی میں بھی اُترا ہے۔ جیسا کہ وہ اُس زبان میں فرماتا ہے ”ایں مشتِ خاک را گرنہ بخشم چہ کنم“۔ اور خدا نے قرآن شریف میں یہ بھی فرمایا ہے۔ منھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک یعنی جس قدر دنیا میں نبی گذرے ہیں بعض کا اُن میں سے ہم نے قرآن شریف میں ذکر کیا ہے۔ اور بعض کا ذکر نہیں کیا۔ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ تا مسلمان حسنِ ظن سے کام لیں اور ہر ایک حصہ ملک کے نبی کو جو گذر چکے ہیں۔ عزت اور تعظیم سے دیکھیں اور بار بار قرآن شریف میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے مقصود مسلمانوں کو یہ سبق دینا ہے کہ وہ دنیا کے کسی حصہ کے ایسے نبی کی کسرِ شان نہ کریں جو ایک کثیر قوم نے اُس کو قبول کر لیا تھا۔ یہ اصول نہایت ہی پیارا اور دلکش اصول ہے اور مسلمان اس کے ساتھ جس قدر فخر کریں وہ بجا ہے۔“

ہم لوگ عجیب مظلوم ہیں کہ ہم تو قرآن شریف کی تعلیم کے موافق دنیا کے ہر ایک نبی کو جو مقبول الانام گذرے ہیں عزت اور تعظیم کی راہ سے دیکھتے ہیں اور اُن پر ایمان لاتے ہیں مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت جو کچھ ہمارے مخالف کہتے ہیں اور لکھتے ہیں اس کو تمام زمانہ جانتا ہے ہم اس بات کا اعلان کرنا اور اپنے اس اقرار کو تمام دنیا میں شائع کرنا اپنی ایک سعادت سمجھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے نبی سب کے سب پاک اور بزرگ اور خدا کے برگزیدہ تھے ایسا ہی خدا نے جن بزرگوں کے ذریعہ سے پاک ہدایتیں آریہ ورت میں نازل کیں اور نیز بعد میں آنے والے جو آریوں کے مقدس بزرگ تھے جیسا کہ راجہ رامچندر اور کرشن یہ سب کے سب مقدس لوگ تھے۔ اور ان میں سے تھے جن پر خدا کا فضل ہوتا ہے۔ مگر ہم اس شکایت کے لئے کس کے آگے روویں اور کس سے ہم اس بات کا انصاف طلب کریں کہ دوسری قومیں ہم سے یہ معاملہ نہیں کرتیں!!

دیکھو یہ کیسی پیاری تعلیم ہے جو دنیا میں صلح کی بنیاد ڈالتی ہے۔ اور تمام قوموں کو ایک قوم کی طرح بنانا چاہتی ہے۔ یہ یعنی یہ کہ دوسری قوموں کے بزرگوں کو عزت سے یاد کرو۔ اور اسبات کو کون نہیں جانتا کہ سخت دشمنی کی جڑھ اُن نبیوں اور رسولوں کی تحقیر ہے۔ جن کو ہر ایک قوم کے کروڑہا انسانوں نے قبول کر لیا ہے جو شخص کسی نبی کی تحقیر کرتا ہے یا تحقیر کرنے والے کا دوست اور حامی ہے اور پھر وہ اس قوم سے صلح چاہتا ہے جو اُن نبی پر دل و جان سے قربان ہے۔ وہ ایسا مورکھ اور نادان ہے کہ جہالت اور نادانی میں دنیا میں کوئی اس کی نظیر نہیں۔ ایک شخص جو کسی کے باپ کو گندی گالیاں دیتا ہے اور پھر چاہتا ہے کہ اُس کا بیٹا اس سے خوش ہو یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ جو لوگ محض زبان سے کسی قوم کے ساتھ صلح کرنے کے لئے دم دیتے ہیں ان کو چاہیئے کہ صلحکاری کے کام بھی دکھلائیں ۔۔۔“

”اے ہم وطن پیارو! میری اس بات پر غور کرو اور یوں ہی منہ پھیر لو جبکہ ہم ایک ہی ملک میں رہتے ہیں چاہیئے کہ باہم ایسی محبت کریں کہ ایک دوسرے کے اعضاء ہو جائیں ۔۔۔ مگر یہ بھی یاد رکھو اگر منافقانہ طور پر محبت ہو تو وہ محبت نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک زہریلا تخم ہے جو بعد میں اپنا مہلک پھل دکھلائے گا۔ صلحکاری بہت عمدہ چیز ہے ...... جس اتحاد اور صلح کے لئے ہم نے قدم اُٹھایا ہے اُس میں آپ بھی شریک ہو کر اس تفرقہ کو دور کریں جو ملک کو کھاتا جاتا ہے ہم آپ سے کوئی ایسا کام کرانا نہیں چاہتے جو ہم نے آپ نہیں کیا بلکہ صلح اور کینوں کو دور [illegible]

کو دیکھ کر الکل کافی ہے کہ جیسا کہ ہم آپ کے بزرگ اوتاروں اور رشیوں کو صادق مانتے ہیں۔ اسی طرح آپ بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق مان لیں اور اس اقرار کا آپ ہماری طرح اعلان بھی کر دیں۔“

”غرض ہم اس اصول کو ہاتھ میں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں کہ آپ گواہ رہیں جو ہم نے مذکورہ بالا طریق کے ساتھ آپ کے بزرگوں کو مان لیا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے تھے اور آپ کی صلح پسند طبیعت سے ہم اُمیدوار ہیں کہ آپ بھی ایسا ہی مان لیں۔ یعنی صرف یہ اقرار کریں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے سچے رسول اور صادق ہیں۔ جس دلیل کو ہم نے آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے وہ نہایت روشن اور کھلی کھلی دلیل ہے۔ اور اگر اس طریق سے صلح نہ ہو تو آپ یاد رکھیں کہ کبھی صلح نہ ہوگی۔ بلکہ روز بروز کینے بڑھتے جائیں گے۔“

(چشمہ معرفت سے ملحق مضمون ص۱۳)

ہر ملک و قوم میں روحانی پیشوا

خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کو اس آیت سے شروع کیا کہ الحمد للہ رب العٰلمین اور جابجا اس نے قرآن شریف میں صاف صاف بتلا دیا ہے کہ یہ بات صحیح نہیں ہے کہ کسی خاص قوم یا خاص ملک میں خدا کے نبی آتے رہے ہیں۔ بلکہ خدا نے کسی قوم اور کسی ملک کو فراموش نہیں کیا اور قرآن شریف میں طرح طرح کی مثالوں میں بتلایا گیا ہے۔ کہ جیسا کہ خدا ہر ایک ملک کے باشندوں کے لئے ان کے مناسبِ حال ان کی جسمانی تربیت کرتا آیا ہے۔ ایسا ہی اس نے ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم کو روحانی تربیت سے بھی فیضیاب کیا ہے۔ جیسا کہ وہ قرآن شریف میں ایک جگہ فرماتا ہے۔

”وان من امۃ الا خلا فیھا نذیرًا“

کہ کوئی ایسی قوم نہیں جس میں کوئی نبی یا رسول نہیں بھیجا گیا۔

”خدا کا فیض عام ہے۔ جو تمام قوموں اور ملکوں اور تمام زمانوں پر محیط ہو رہا ہے۔ یہ اس لئے ہوا کہ تا کسی قوم کو شکایت کرنے کا موقعہ نہ ملے اور یہ نہ کہیں کہ خدا نے فلاں فلاں قوم پر احسان کیا مگر ہم پر نہ کیا ...... اُس نے عام فیض دکھلا کر ان تمام اعتراضات کو دفع کر دیا اور اپنے ایسے وسیع اخلاق دکھلائے کہ کسی قوم کو اپنے جسمانی اور روحانی فیضوں سے محروم نہیں رکھا اور نہ کسی زمانہ کو بے نصیب ٹھیرایا پس جبکہ ہمارے خدا کے یہ اخلاق ہیں تو ہمیں مناسب ہے کہ ہم بھی اُنہیں اخلاق کی پیروی کریں۔

اس ملک کے اوتار

"صلح پسندوں کے لئے یہ ایک خوشی کا مقام ہے۔ کہ جس قدر اسلام میں تعلیم پائی جاتی ہے وہ تعلیم ویدک تعلیم کی کسی نہ کسی شاخ میں موجود ہے۔ مثلاً اگرچہ نوخیز مذہب آریہ سماج کا یہ اصول رکھتا ہے۔ کہ ویدوں کے بعد الہام الٰہی پر مہر لگ گئی ہے۔ مگر جو ہندو مذہب میں وقتاً فوقتاً اوتار پیدا ہوتے رہے ہیں جن کے تابع کروڑ ہا لوگ اس ملک میں پائے جاتے ہیں۔ انہوں نے اس مہر کو اپنے دعوئے الہام سے توڑ دیا ہے۔ جیسا کہ ایک بزرگ اوتار جو اس ملک اور نیز بنگالہ میں بڑی بزرگی اور عظمت کے ساتھ مانے جاتے ہیں جن کا نام سری کرشن ہے۔ وہ اپنے ملہم ہونے کا دعوے کرتے ہیں اور ان کے پیرو نہ صرف ان کو ملہم بلکہ پرمیشر کر کے مانتے ہیں مگر اس میں شک نہیں کہ سری کرشن اپنے وقت کا نبی اور اوتار تھا اور خدا اس سے ہمکلام ہوتا تھا" (پیغام صلح)

شری کرشن جی

"واضح ہو کہ راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے درحقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا جس کی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی اور اوتار میں نہیں پائی جاتی اور اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا جس کی تعلیم کو پیچھے سے بہت باتوں میں بگاڑ دیا گیا وہ خدا کی محبت سے پر تھا اور نیکی سے دوستی اور شر سے دشمنی رکھتا تھا۔ خدا کا وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں اس کا بروز یعنی اوتار پیدا کرے سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پورا ہوا۔ مجھے منجملہ اور الہاموں کے اپنی نسبت ایک یہ الہام ہوا تھا کہ ہے کرشن رودر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے۔ سو میں کرشن سے محبت کرتا ہوں کیونکہ میں اس کا مظہر ہوں۔"

(لیکچر سیالکوٹ زمودہ ۱۹۰۴ء)

شری گورو نانک صاحب

"ایسا ہی اس آخری زمانہ میں ہندو صاحبوں کی قوم میں سے بابا نانک صاحب ہیں جن کی بزرگی کی شہرت اس تمام ملک میں زبان زد عام ہے۔ اور جن کی پیروی کرنے والی اس ملک میں وہ قوم ہے جو سکھ کہلاتے ہیں جو بیس لاکھ سے کم نہیں۔ باوا صاحب اپنی جنم ساکھیوں اور گرنتھ میں کھلے طور پر الہام کا دعوے کرتے ہیں ...... اس میں کچھ شک نہیں ہو سکتا کہ باوا نانک ایک نیک اور برگزیدہ انسان تھا اور ان لوگوں میں سے تھا جن کو خدائے عزوجل اپنی محبت کا شربت پلاتا ہے۔ وہ ہندوؤں میں صرف اس بات کی گواہی دینے کے لئے پیدا ہوا تھا کہ اسلام خدا کی طرف سے ....

...... وہ ہندو مذہب اور اسلام میں صلح کرانے آیا تھا مگر افسوس کہ اس کی تعلیم پر کسی نے توجہ نہیں کی۔ اگر اس کے وجود اور اس کی پاک تعلیموں سے کچھ فائدہ اٹھایا جاتا تو آج ہندو اور مسلمان سب ایک ہوتے ہائے افسوس ہمیں اس تصور سے رونا آتا ہے کہ ایسا نیک آدمی دنیا میں آیا اور گذر بھی گیا مگر نادان لوگوں نے اس کے نور سے کچھ روشنی حاصل نہیں کی۔"

(پیغام صلح)

ہم وطنوں میں باہم اتفاق اور اسکی برکت

"یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ اتفاق ایک ایسی چیز ہے کہ وہ بلائیں جو کسی طرح دور نہیں ہو سکتیں اور وہ مشکلات جو کسی تدبیر سے حل نہیں ہو سکتیں وہ اتفاق سے حل ہو جاتی ہیں۔ پس ایک عقلمند سے بعید ہے کہ اتفاق کی برکتوں سے اپنے تئیں محروم رکھے ہندو اور مسلمان اس ملک میں دو ایسی قومیں ہیں کہ یہ ایک خیال محال ہے کہ کسی وقت مثلاً ہندو جمع ہو کر مسلمانوں کو اس ملک سے باہر نکال دیں گے یا مسلمان اکٹھے ہو کر ہندوؤں کو جلاوطن کر دیں گے ...... اگر ایک قوم دوسری قوم کو محض اپنے نفسانی تکبر اور رعونت سے حقیر کرنا چاہے گی تو وہ بھی داغ حقارت سے نہیں بچے گی۔ اور کوئی ان میں سے اپنے پڑوسی کی ہمدردی میں قاصر رہے گا تو اس کا نقصان وہ آپ بھی اٹھائے گا۔ جو شخص تم دونوں قوموں میں سے دوسری قوم کی تباہی کی فکر میں ہے اس کی اس شخص کی مثال ہے کہ جو ایک شاخ پر بیٹھ کر اسی کو کاٹتا ہے۔ آپ لوگ بفضلہ تعالیٰ تعلیم یافتہ بھی ہو گئے اب کینوں کو چھوڑ کر محبت میں ترقی کرنا زیبا ہے اور بے مہری کو چھوڑ کر ہمدردی اختیار کرنا آپ کی عقلمندی کے مناسب حال ہے۔"

"ایسے نازک وقت میں یہ راقم آپ کو صلح کے لئے بلاتا ہے جبکہ دونوں کو صلح کی بہت ضرورت ہے۔ دنیا پر طرح طرح کے ابتلاء نازل ہو رہے ہیں زلزلے آ رہے ہیں قحط پڑ رہا ہے۔ اور طاعون نے بھی ابھی پیچھا نہیں چھوڑا اور جو کچھ خدا نے مجھے خبر دی ہے وہ بھی یہی ہے کہ اگر دنیا اپنی بدعملی سے باز نہیں آئے گی۔ اور برے کاموں سے توبہ نہیں کرے گی تو دنیا پر سخت سخت بلائیں آئیں گی اور ایک بلا ابھی بس نہیں کرے گی کہ دوسری بلا ظاہر ہو جائے گی۔ آخر انسان نہایت تنگ ہو جائیں گے کہ یہ کیا ہونے والا ہے اور بہتیرے مصیبتوں کے بیچ میں آ کر دیوانوں کی طرح ہو جائیں گے کہ ....!

.... سو اے ہموطن بھائیو! قبل اس کے کہ وہ دن آ دیں ہوشیار ہو اور چاہیئے کہ ہندو مسلمان باہم صلح کریں اور جس قوم میں کوئی زیادتی ہے۔ جو وہ صلح کے مانع ہو۔ اس زیادتی کو وہ قوم چھوڑ دے ورنہ باہم عداوت کا تمام گناہ اسی قوم کی گردن پر ہو گا ......

..... درحقیقت ...... چھوٹے چھوٹے اختلاف صلح کے مانع نہیں ہو سکتے۔ بلکہ وہی اختلاف صلح کا کا رنج ہو گا جس میں کسی کے مقبول پیغمبر اور مقبول الہامی کتاب پر توہین اور تکذیب کے ساتھ حملہ کیا جائے۔"

ایک دوسرے سے ہمدردی

ہم سب کیا مسلمان اور کیا ہندو بباعث ایک ہی ملک کے باشندے ہونے کے ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں۔ اسلئے ہمارا فرض ہے کہ صفائے سینہ اور نیک نیتی کے ساتھ ایک دوسرے کے رفیق بن جائیں اور دین و دنیا کی مشکلات میں ایک دوسرے کی ہمدردی کریں اور ایسی ہمدردی کریں کہ گویا ایک دوسرے کے اعضاء بن جائیں۔" (پیغام صلح)

حضرت مقدس بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی

سیرت طیبہ کا ایک ورق

از رشحات قلم حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ذیل کا مضمون حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کی تالیف منیف دیباچہ ترجمۃ القرآن انگریزی اردو ایڈیشن کے حصہ سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مقتبس ہے اس دلچسپ اور روح پرور حصہ کو نظارت دعوۃ و تبلیغ کی طرف سے بھارت کی راشٹر بھاشا ہندی میں ترجمہ کرکے دیدہ زیب صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ شائقین حضرات اردو اور انگریزی اور ہندی ہر سہ زبانوں میں اس پر لطف کتاب کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ (ادارہ)

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مقدس بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کے متعلق پہلی شہادت وہ ہے جو آپ کی قوم نے دی کہ آپ کی نبوت کے دعویٰ سے پہلے آپ کی قوم نے آپ کا نام امین اور صدیق رکھا کسی شخص کو ساری قوم کا امین اور صدیق کا خطاب دے دینا یہ ایک غیر معمولی بات ہے۔ اگر مکہ کے لوگ ہر نسل کے لوگوں میں سے کسی ایک کو امین اور صدیق کا خطاب دیا کرتے تب بھی امین اور صدیق کا خطاب پانے والا بہت بڑا آدمی سمجھا جاتا لیکن عرب کی تاریخ بتاتی ہے کہ عرب کے لوگ ہر نسل میں کسی آدمی کو یہ خطاب نہیں دیا کرتے تھے۔ بلکہ عرب کی سینکڑوں سال کی تاریخ میں صرف ایک ہی مثال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملتی ہے کہ آپ کو اہل عرب نے امین اور صدیق کا خطاب دیا پس عرب کی سینکڑوں سال کی تاریخ میں قوم کا ایک ہی شخص کو امین اور صدیق کا خطاب دینا بتاتا ہے کہ اُس کی امانت اور اُس کا صدق دونوں اتنے اعلیٰ درجہ کے تھے کہ اُن کی مثال عربوں میں کسی اور شخص میں نہیں پائی جاتی تھی۔

سادہ زندگی

(ا) کھانے پینے میں سادگی — کھانے پینے میں آپ سادگی کو ہمیشہ ملحوظ رکھتے تھے کھانے میں کبھی نمک زیادہ ہو جائے یا نمک نہ ہو یا کھانا خراب پکا ہوا ہو۔ تو آپ کبھی اظہار ناراضگی نہیں فرماتے تھے۔ جہاں تک ممکن ہو سکتا تھا آپ ایسا کھانا کھا کر پکانے والے کو دل شکنی سے بچانے کی کوشش کرتے تھے۔ لیکن اگر بالکل ہی ناقابل برداشت ہوتا تو آپ صرف ہاتھ کھینچ لیتے تھے اور یہ ظاہر نہیں کرتے تھے کہ مجھے اس کھانے سے تکلیف پہونچی ہے۔ جب آپ کھانا کھانے لگتے تو کھانے کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھتے اور فرماتے مجھے یہ متکبرانہ رویہ پسند نہیں کہ بعض لوگ ٹیک لگا کر کھانا کھاتے ہیں۔ گویا وہ کھانے سے مستغنی ہیں۔

جب آپ کے پاس کوئی چیز آتی تو اپنے صحابہ میں بانٹ کر کھاتے۔ چنانچہ آپ کے پاس ایک دفعہ کچھ کھجوریں آئیں آپ نے صحابہ کا اندازہ لگایا۔ تو سات کھجوریں فی کس آتی تھیں۔ اس پر آپ نے سات سات کھجوریں صحابہ میں بانٹ دیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کی روٹی بھی کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی

آپؐ ہمیشہ اپنے صحابہ کو نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ کہ پیٹ بھرنے سے پہلے کھانا چھوڑ دو اور فرماتے تھے ایک انسان کا کھانا دو انسانوں کے لئے کافی ہونا چاہیئے۔

جب کبھی آپ کے گھر میں کوئی اچھی چیز پکتی تو آپؐ ہمیشہ اپنے گھر والوں کو نصیحت کرتے تھے کہ اپنے ہمسایوں کا بھی خیال رکھو۔ اسی طرح اپنے ہمسایوں کے گھروں میں اکثر ہدیہ بھجواتے رہتے تھے۔

(ب) لباس میں سادگی — لباس کے متعلق بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ نہایت سادگی کو پسند فرماتے تھے۔ آپ کا عام لباس کرتہ اور تہ بند یا کرتہ اور پاجامہ ہوتا تھا۔ آپ اپنا تہ بند یا پاجامہ ٹخنوں سے اوپر اور گھٹنوں سے نیچے رکھتے تھے۔ گھٹنوں یا گھٹنوں کے اوپر جسم کے ننگے ہو جانے کو آپ پسند نہیں فرماتے تھے۔ سوائے مجبوری کے ایسا کپڑا جس پر تصویر بنی ہو آپ پسند نہیں فرماتے تھے۔ نہ انسانی لباس میں اور نہ پردوں وغیرہ کی صورت میں۔ خصوصاً بڑی تصویریں جو کہ شرک کے آثار میں سے ہیں۔ ان کی آپ کبھی اجازت نہیں دیتے تھے۔

(ج) بستر میں سادگی — آپ کا بستر بھی نہایت سادہ ہوتا تھا۔ بالعموم ایک چمڑہ یا اونٹ کے بالوں کا ایک کپڑا ہوتا تھا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہمارا بستر اتنا چھوٹا تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو عبادت کے لئے اُٹھتے تو میں ایک طرف ہو کر لیٹ جاتی اور بوجہ اس کے کہ بستر چھوٹا ہوتا تھا۔ جب آپ عبادت کے لئے کھڑے ہو جاتے تو میں ٹانگیں لمبی کر لیا کرتی۔ اور جب آپؐ سجدہ کرتے تو میں ٹانگیں سمیٹ لیا کرتی۔ (بخاری)

(د) کھانا اور رہائش میں سادگی — رہائشی مکان کے متعلق بھی آپ سادگی کو پسند کرتے تھے بالعموم آپ کے گھروں میں ایک ایک کمرہ ہوتا تھا اور چھوٹا سا صحن اس کمرہ میں ایک رسی ضرور ہوتی تھی جس پہ کپڑا ڈال کر ملاقات کے وقت میں آپ اپنے ملنے والوں سے علیحدہ بیٹھ کر گفتگو کر لیا کرتے تھے۔ چارپائی آپ استعمال نہیں کرتے تھے۔ بلکہ زمین پہ ہی بستر بچھا کر سوتے تھے۔ آپ کی رہائش کی سادگی اس قدر بڑھی ہوئی تھی۔ کہ حضرت عائشہؓ نے آپ کی وفات کے بعد فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہمیں کئی دفعہ صرف پانی اور کھجوروں پہ ہی گزارہ کرنا پڑتا تھا۔ یہاں تک کہ جس دن آپ کی وفات ہوئی اُس دن بھی ہمارے گھر میں سوائے کھجور اور پانی کے کھانے کے لئے اور کچھ نہیں تھا (بخاری)

اخلاق فاضلہ

آپ کی طبیعت نہایت ہی سادہ تھی کسی دکھ پہ گھبراتے نہیں تھے اور کبھی کسی خواہش سے حد سے زیادہ متاثر نہیں ہوتے تھے۔ آپ کی پیدائش سے پہلے آپ کے والد اور بچپن میں ہی آپ کی والدہ فوت ہو گئی تھیں۔ ابتدائی آٹھ سال آپ نے اپنے دادا کی نگرانی میں گزارے اس کے بعد آپ نے اپنے چچا ابو طالب کی ولایت میں پرورش پائی۔ چچا کا خونی رشتہ بھی تھا۔ اور ان کے دادا نے مرتے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں خاص طور پہ وصیت بھی فرمائی تھی اسلئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذاتی طور پر محبت بھی رکھتے تھے۔ اور آپ کا خیال بھی رکھتے تھے۔ لیکن چچی میں زیادہ شفقت کا مادہ تھا نہ خاندانی ذمہ داریوں کا احساس۔ جب گھر میں کوئی چیز آتی تو بسا اوقات وہ اپنے بچوں کو بانٹ دیتیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال نہ رکھتیں۔ ابو طالب گھر میں آتے تو بجائے اس کے کہ اپنے چھوٹے بھتیجے کو روتا ہوا یا گلہ کرتا ہوا پاتے وہ دیکھتے کہ ان کے بچے تو کوئی چیز کھا رہے ہیں۔ لیکن ان کا چھوٹا سا بھتیجا کمال وقار سے ایک طرف بیٹھا ہے۔ چچا کی محبت اور خاندانی ذمہ داریاں ان کے سامنے آ جاتیں وہ دوڑ کر اپنے بھتیجے کو بغل میں لے لیتے۔ اور کہتے میرے بچے کا بھی تو خیال کرو میرے بچے کا بھی تو خیال کرو۔ ایسا اکثر ہوتا رہتا تھا دیکھنے والے کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی شکوہ کیا نہ آپ کے چہرہ پر کبھی ملال ظاہر ہوا نہ اپنے چچیرے بھائیوں سے رقابت پیدا ہوئی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی دنیوی لحاظ سے نہایت ہی تلخ طور پر گذری ہے۔ پیدائش سے پہلے ہی اپنے والد کی وفات پھر والدہ اور دادا کی یکے بعد دیگرے وفات۔ پھر شادی ہوئی تو آپ کے بچے متواتر فوت ہوتے چلے گئے۔ اور اس کے بعد پے در پے آپ کی کئی بیویاں فوت ہوئیں۔ جن میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی باوفا اور خدمتگذار بیوی بھی تھیں مگر آپؐ نے یہ سب مصائب خوشی سے برداشت کئے اور ان غموں نے نہ آپؐ کی کمر توڑی نہ آپ کی خوش مزاجی پر کوئی اثر پڑا۔ دل کے زخم کبھی آنکھوں سے نہیں رسے۔ چہرہ ہر ایک کے لئے ہشاش بشاش ہی رہا۔ اور شاذ و نادر ہی کسی موقعہ پر آپؐ نے اس درد کا اظہار کیا۔

ایک دفعہ ایک عورت جس کا لڑکا فوت ہو گیا تھا اپنے لڑکے کی قبر پہ ماتم کر رہی تھی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم وہاں سے گذرے۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے عورت صبر کر۔ خدا کی مشیت سب ہی پہ غالب ہے وہ عورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہچانتی نہ تھی۔ اس نے جواب دیا جس طرح میرا بچہ مرا ہے تمہارا بچہ بھی مرتا تو تمہیں معلوم ہوتا کہ صبر کیا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم صرف یہ کہہ کر وہاں سے آگے چل دیئے ایک نہیں میرے تو سات بچے فوت ہو چکے ہیں۔ بس اس قسم کے موقعہ پہ اتنا اظہار تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گذشتہ مصائب پر کبھی کر دیتے تھے۔ ورنہ بنی نوع انسان کی خدمت میں کوئی کوتاہی ہوئی نہ آپ کی بشاشت میں کوئی فرق آیا۔

تحمل — تحمل آپ میں اس قدر تھا کہ اس زمانہ

ہیں بھی کہ آپؐ کو خدا تعالیٰ نے بارعب شخصیت عطا فرمائی تھی۔ آپؐ ہر ایک کی بات سنتے اگر وہ سختی بھی کرتا تو آپ خاموش ہو جاتے اور کبھی سختی کرنے والے کا جواب سختی سے نہ دیتے۔ مسلمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے نام کی بجائے آپؐ کے روحانی درجہ سے پکارتے تھے یعنی "یا رسول اللہ" کہہ کر بلاتے تھے اور غیر مذاہب کے لوگ اپنے ہی دستور کے مطابق آپؐ کا ادب اور احترام اس طرح کرتے تھے کہ بجائے آپ کو محمد کہہ کر بلانے کے ابو القاسم کہہ کر بلاتے تھے۔ جو آپؐ کی کنیت تھی

ایک دفعہ ایک یہودی مدینہ میں آیا اور اس نے آپ سے آکر بحث شروع کر دی بحث کے دوران میں وہ بار بار کہتا تھا۔ اے محمد بات یوں ہے اے محمد بات یوں ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بغیر کسی انقباض کے اس کی باتوں کا جواب دیتے تھے مگر صحابہ اس کی گستاخی دیکھ کر بے تاب ہو رہے تھے۔ آخر ایک صحابی سے نہ رہا گیا۔ اور اس نے یہودی سے کہا کہ خبردار آپ کا نام لے کر بات نہ کرو تم رسول اللہ نہیں کہہ سکتے تو کم سے کم ابو القاسم ہی کہو یہودی نے کہا میں تو وہی نام لوں گا جو اُن کے ماں باپ نے ان کا رکھا تھا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور اپنے صحابہ سے کہا دیکھو یہ ٹھیک کہتا ہے۔ میرے ماں باپ نے میرا نام محمد ہی رکھا تھا۔ جو نام یہ لینا چاہتا ہے اسے لینے دو اور اس پر غصہ کا اظہار نہ کرو۔

آپؐ جب باہر کام کے لئے نکلتے تو بعض لوگ آپ کا راستہ روک کر کھڑے ہو جاتے اور اپنی ضرورتیں بیان کرنی شروع کر دیتے جب تک وہ لوگ اپنی ضرورتیں بیان نہ کر لیتے آپ کھڑے رہتے جب وہ بات ختم کر لیتے تو آپ آگے چل پڑتے۔ اسی طرح بعض لوگ مصافحہ کرتے وقت دیر تک آپ کا ہاتھ پکڑ رکھتے گو یہ طریق ناپسندیدہ ہے۔ اور کام میں روک پیدا کرنے کا موجب ہے مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کبھی ان کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نہ چھڑاتے بلکہ جب ۔ے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ان کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نہ چھڑاتے بلکہ جب تک وہ مصافحہ کرنے والا آپ کے ہاتھ کو پکڑے رکھتا آپ بھی اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رہنے دیتے۔ ہر قسم کے حاجتمند آپ کے پاس آتے اور اپنی حاجتیں پیش کرتے۔ بعض دفعہ آپ مانگنے والے کو اس کی ضرورت کے مطابق کچھ دے دیتے تو وہ اپنی حرص سے مجبور ہو کر اور زیادہ کا مطالبہ کرتے اور آپ پھر بھی اُن کی خواہش کو پورا کر دیتے۔ بعض دفعہ لوگ بار بار مانگتے چلے جاتے اور آپ ان کو ہر دفعہ کچھ نہ کچھ دیتے چلے جاتے تھے۔ جو شخص خاص طور پر مخلص نظر آتا اُسے اُس کے مانگنے کے سلسلہ دے دینے کے بعد صرف اتنا فرما دیتے کہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر تم خدا پر توکل کرتے۔!!

انصاف

انصاف اور عدل آپ کے اندر اتنا پایا جاتا تھا کہ جس کی مثال دنیا میں کہیں نہیں پائی جاتی۔ عربوں میں لحاظ داری اور سفارشوں کا قبول کرنا ایک عام مرض تھا۔ عرب کا کیا ذکر ہے اس زمانہ میں متمدن ممالک میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ بڑے آدمیوں کو سزا دیتے وقت جھجکتے ہیں اور غریبوں کو سزا دیتے وقت نہیں گھبراتے۔ ایک دفعہ ایک مقدمہ آپ کے پاس آیا۔ ایک بہت بڑے خاندان کی عورت نے کسی دوسرے کا مال لے لیا تھا۔ جب حقیقت کھل گئی تو عربوں میں بڑا ہیجان پیدا ہو گیا۔ کیونکہ ایک بہت بڑے معزز خاندان کی ہتک ہوتی انہیں نظر آئی۔ انہوں نے چاہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ درخواست پیش کریں کہ اس عورت کو معاف فرمائیں اور کسی شخص نے جرأت نہ کی۔ لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے عزیز اسامہ بن زید کو لوگوں نے چنا اور انہیں مجبور کیا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے اس عورت کی سفارش کرے۔ اسامہ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بات شروع کی ہی تھی کہ آپ کے چہرہ پر غصے کے آثار ظاہر ہوئے۔ اور آپؐ نے فرمایا۔ اسامہ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ پہلی قومیں اسی طرح تباہ ہوئیں کہ وہ بڑوں کا لحاظ کرتی تھیں اور چھوٹوں پر ظلم کرتی تھیں۔ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا اور میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔ خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہ بھی اس قسم کا جرم کرتی تو میں اسے سزا دیئے بغیر نہ رہتا (بخاری)

بدر کی جنگ میں جب حضرت عباس قید ہوئے تو اُن کے کراہنے سے آپ کو تکلیف محسوس ہوئی۔ لیکن جب صحابہ نے آپ کی تکلیف دیکھ کر حضرت عباس کے ہاتھوں کی رسیاں [illegible] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہو گئی تو آپؐ نے فرمایا۔ جیسے میرے رشتہ دار ویسے دوسروں کے رشتہ دار یا تو میرے چچا عباس کو بھی پھر رسیوں سے باندھ دو اور یا سارے قیدیوں کی رسیاں کھول دو صحابہ کو چونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کا احساس تھا انہوں نے کہا یا رسول اللہ پہرہ سخت سے دے دیں گے آپ قیدیوں کی رسیاں ہم کھول دیتے ہیں۔ چنانچہ سب قیدیوں کی رسیاں انہوں نے کھول دیں۔

جذبات کا احترام

اپنے تو اپنے غیروں کے جذبات کا احترام بھی آپ بہت زیادہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک یہودی آپ کے پاس آیا۔ اور اس نے آکے شکایت کی کہ دیکھئے حضرت ابوبکر نے میرا دل دکھایا ہے اور یہ کہا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کو خدا نے موسیٰ سے افضل بنایا ہے۔ اس بات کو سن کر میرے دل کو تکلیف پہنچی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو بلا کر ان سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہ اس شخص نے ابتداء کی تھی اور کہا تھا کہ میں موسیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کو خدا نے ساری دنیا پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ میں محمد رسول اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کو خدا نے موسیٰ سے افضل بنایا ہے۔ آپ نے فرمایا ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ دوسروں کے جذبات کا احترام کرنا چاہیئے۔ مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دیا کرو۔ اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ آپ اپنے آپ کو موسیٰ سے افضل نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ مطلب یہ تھا کہ یہ فقرہ جو ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا نے موسیٰ پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ یہ یہودیوں کے دلوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔

غرباء کا خیال اور اُن کے جذبات کا احترام

آپ ہمیشہ غرباء کے حالات کو درست رکھنے کی کوشش کرتے اور ان کو سوسائٹی میں مناسب مقام دینے کی سعی فرماتے۔ ایک غریب عورت مسجد کی صفائی کیا کرتی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دن اس کو نہ دیکھا تو آپ نے پوچھا وہ عورت نظر نہیں آتی۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ فوت ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا جب وہ فوت ہو گئی تھی تو تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی۔ کہ میں بھی اس کے جنازے میں شامل ہوتا۔ فرمایا شاید تم نے اس کو غریب سمجھ کے حقیر جانا ایسا کرنا درست نہیں تھا مجھے بتاؤ اس کی قبر کہاں ہے۔ پھر آپ اس کی قبر پر گئے اور اس کے لئے دعا کی

آپ فرمایا کرتے تھے بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے سر کے بال پراگندہ ہوتے ہیں اور ان کے جسموں پر مٹی پڑی ہوتی ہے۔ اگر وہ لوگوں سے ملنے جاتے ہیں تو لوگ اپنے دروازے بند کر لیتے ہیں۔ لیکن ایسے لوگ اگر اللہ تعالیٰ کی قسم کھا بیٹھیں تو خدا تعالیٰ کو ان کا اتنا احترام ہوتا ہے کہ وہ ان کی قسم پوری کر کے چھوڑتا ہے آپ اپنی جماعت کو بھی نصیحت کرتے رہتے تھے کہ وہ دعوت جس میں غرباء نہ بلائے جائیں وہ بدترین دعوت ہے۔

ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں تشریف لے جا رہے تھے تو آپ نے ایک غریب صحابی جو اتفاقی طور پر نہایت بدصورت بھی تھے گرمی کے موسم میں بوجھ اٹھا اٹھا کر ایک طرف سے دوسری طرف منتقل کر رہے تھے۔ ایک طرف ان کا چہرہ بدصورت تھا تو دوسری طرف گرد و غبار اور پسینہ کی وجہ سے وہ اور بھی برا نظر آ رہا تھا۔ عین اس وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بازار سے گذرے اور آپ نے ان کے چہرہ پر افسردگی کی علامتیں دیکھیں آپ خاموشی سے ان کے پیچھے چلے گئے اور جیسے بچے آپس میں کھیلتے وقت چوری چھپے پیچھے سے جا کر کسی دوست کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں۔ اور پھر یہ امید کرتے ہیں کہ وہ اندازہ لگا کر بتائے کہ کس شخص نے اس کی آنکھیں بند کی ہیں اسی طرح آپؐ نے ان کی آنکھوں پر جا کر ہاتھ رکھ دیا۔ اس نے اپنے ہاتھ سے آپؐ کے بازو اور جسم کو ٹٹولنا شروع کیا اور سمجھ لیا کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور یہ وہ سمجھتا تھا کہ اتنے غریب اتنے بدصورت اور اتنے بدحال آدمی کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اپنی محبت کا اظہار کون کر سکتا ہے۔ یہ معلوم کر کے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس کے ساتھ اظہار محبت کر رہے ہیں۔ اپنا مٹی آلودہ اور پسینہ سے بھرا جسم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لباس کے ساتھ ملنا شروع کیا۔ شاید وہ دیکھتا تھا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کا حوصلہ کتنا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے رہے اور اس کو اس حرکت سے منع نہ کیا۔ جب وہ پیٹ بھر کر آپ کے کپڑوں کو خراب کر چکا تو آپؐ نے مذاقاً فرمایا میرے پاس ایک غلام ہے کوئی اس کا خریدار ہے آپؐ کے اس فقرہ نے اس کو عرش سے فرش پر لا کر پھینک دیا۔ اور اس بات کی طرف اس کی توجہ پھرا دی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کون مجھ کو قدر کی نگاہوں سے دیکھ سکتا ہے اور میں کس قابل ہوں کہ غلام کر کے ہی کوئی خریدے اس نے افسردگی سے کہا یا رسول اللہ میرا خریدار دنیا میں کوئی نہیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں نہیں ایسا مت کہو تمہاری قیمت خدا کی نظر میں بہت زیادہ ہے۔ (مشکوٰۃ)

غلاموں سے حسن سلوک

غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا آپ ہمیشہ وعظ فرماتے رہتے۔ آپ کا یہ ارشاد تھا کہ اگر کسی شخص کے پاس غلام ہو اور وہ اس کو آزاد کرنے کی توفیق نہ رکھتا ہو تو اگر وہ کسی وقت غصہ میں اس کو مار بیٹھے

یا گالی دے تو اس کا کفارہ یہی ہے کہ اس کو آزاد کر دے (مسلم)

اسی طرح آپ غلاموں کو آزاد کرنے کے متعلق اتنا زور دیتے تھے کہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے جو شخص کسی غلام کو آزاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلہ میں اس کے ہر عضو پر دوزخ کی آگ حرام کر دے گا۔

عورتوں سے حسن سلوک

عورتوں سے حسن سلوک کا آپ خاص خیال رکھتے تھے آپ نے سب سے پہلے دنیا میں عورت کے ورثہ کا حق قائم کیا چنانچہ قرآن کریم میں لڑکے اور لڑکیاں باپ اور ماں کے ورثہ کی حقدار قرار دی گئی ہیں اسی طرح مائیں اور بیویاں خاوندوں کے ورثہ میں اور بعض صورتوں میں بہنیں بھی بھائیوں کے ورثہ کی حقدار قرار دی گئی ہیں۔۔ اسلام سے پہلے دنیا کے کسی مذہب نے بھی اس طرح حقوق قائم نہیں کئے تھے۔ اسی طرح آپ نے عورت کو اس کے مال کا مستقل مالک قرار دیا ہے۔ خاوند کو حق نہیں کہ خاوند ہونے کی وجہ سے عورت کے مال میں دست اندازی کرے عورت اپنے مال کے خرچ کرنے میں پوری مختار ہے۔

عورتوں کے جذبات کا آپ کو اتنا خیال تھا کہ ایک دفعہ نماز میں آپ کو ایک بچہ کے رونے کی آواز آئی تو آپ نے کہا اس کی ماں کو کتنی تکلیف ہو رہی ہو گی۔ چنانچہ میں نے نماز جلدی ختم کر دی تا کہ ماں اپنے بچے کی خبرگیری کر سکے۔

جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اس وقت سب مسلمانوں کو جمع کر کے جو وصیتیں کیں ان میں ایک بات یہ بھی تھی کہ میں تم کو اپنی آخری وصیت یہ کرتا ہوں کہ عورتوں سے ہمیشہ حسن سلوک کرتے رہنا آپ اکثر فرمایا کرتے تھے جس کے ہاں لڑکیاں ہوں اور وہ ان کو تعلیم دلائے اور ان کی اچھی تربیت کرے خدا تعالیٰ قیامت کے دن اس پر دوزخ حرام کر دے گا

جانوروں سے حسن سلوک

آپ جانوروں تک پر ظلم کو سخت ناپسند فرماتے تھے آپ فرمایا کرتے تھے بنی اسرائیل میں ایک عورت کو اس لئے عذاب ملا کہ اس نے اپنی بلی کو بھوکا مار دیا تھا۔ اسی طرح فرماتے تھے پہلی امتوں میں سے ایک شخص اس لئے بخشا گیا کہ اس نے ایک پیاسا کتا دیکھا پاس ایک گڑھا تھا جس میں سے کتا پانی نہیں پی سکتا تھا اس آدمی نے اپنا بوٹ پاؤں سے کھولا اور گڑھے میں اس بوٹ کو لٹکا کر اس کے ذریعے پانی نکالا اور کتے کو پلا دیا۔ اس نیکی کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے اس کے تمام گذشتہ گناہ بخش دیئے

حضرت عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں ایک دفعہ ہم آپ کے ساتھ سفر پر تھے کہ ہم نے ایک فاختہ کے دو بچے دیکھے بچے ابھی چھوٹے تھے ہم نے وہ بچے پکڑ لئے جب فاختہ واپس آئی تو وہ چاروں طرف گھبرا کر اڑنے لگی اتنے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی اس مجلس میں تشریف لے آئے۔ اور آپ نے فرمایا اس جانور کو اس کے بچوں کی وجہ سے کس نے تکلیف دی۔ فوراً اس کے بچوں کو چھوڑ دو تا کہ اس کی دلجوئی ہو جائے

اسی طرح عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں ایک دفعہ ہم نے چیونٹیوں کا ایک غار دیکھا اور ہم نے پھونس ڈال کر اُسے جلا دیا۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا ایسا کرنا مناسب نہیں۔

ایک دفعہ آپ نے دیکھا کہ ایک گدھے کے منہ پر نشان لگایا جا رہا ہے آپ نے فرمایا ایسا نشان کیوں لگاتے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ رومی لوگ اعلیٰ گدھوں کی پہچان کے لئے نشان لگایا جاتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ایسا مت کرو منہ جسم کا نازک حصہ ہے۔ اگر نشان لگانا ہی پڑے تو جانور کی پیٹھ پر نشان لگایا کرو ۔۔۔ چنانچہ اس وقت سے مسلمان جانور کی پیٹھ پر نشان لگاتے ہیں۔ اور اب ان کی دیکھا دیکھی یورپ والے بھی پیٹھ پر ہی نشان لگاتے ہیں۔

مذہبی رواداری

آپ مذہبی رواداری پر نہایت زور دیتے تھے۔ اور خود بھی اعلیٰ درجہ کا نمونہ اس بارہ میں دکھاتے تھے یمن کا ایک عیسائی قبیلہ آپ سے مذہبی تبادلہ خیال کرنے کے لئے آیا جس میں ان کے بڑے بڑے پادری بھی تھے۔ مسجد میں بیٹھ کر گفتگو شروع ہوئی اور گفتگو لمبی ہو گئی۔ اس پر قافلہ کے پادری نے کہا۔ اب ہماری نماز کا وقت ہے ہم باہر جا کر اپنی نماز ادا کر آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باہر جانے کی کیا ضرورت ہے ہماری مسجد میں ہی اپنی نماز ادا کریں۔ آخر ہماری مسجد خدا کے ذکر ہی کے لئے بنائی گئی ہے۔ (زرقانی)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مضمون کوئی ایسا مضمون نہیں جس کو صرف چند سطروں میں ختم کیا جا سکے یا جس کا صرف چند پہلوؤں سے اندازہ لگایا جا سکے۔ مگر حسب گنجائش آپ کی مقدس سیرت کے اسی حصہ پر اکتفا کیا جاتا ہے

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک وسلم انک حمید مجید ؎

"پیشوایانِ مذاہب"

از حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ

(۱)

مبارک پیشوایانِ مذاہب ، مبارک سر برایانِ مذاہب
تمہاری عزتیں قائم ہیں دائم قبولیت ہے بُرہانِ مذاہب

(۲)

ہے یہ اسلام کا حکم ضروری خدا کی مرضی ہو جائے گی پوری
کہ سچے ہیں وہ سب ہیں جتنے بانی جنہیں حاصل ہوئی حق کی حضوری

(۳)

کرشن و رام و بدھ و زرتشت سب ہی دکھانے آئے راہِ راست رب کی
محمد مصطفےٰ احسن کے مُصدِّق مسیح و مہدی نے توثیق اب کی

(۴)

ہمارے دوستو آؤ ادھر کو یہ سیدھی راہ جاتی ہے جدھر کو
کہ ہم سب مل کے ان کی مہما گائیں بھٹک کر جا رہے ہو تم کدھر کو؟

(۵)

ہمارے مصلح موعود محمود کراتے ہیں یہ جلسے وقتِ مسعود
بڑھے تا اتحاد آپس میں اکمل کہ ہے توحید و وحدت اپنا مقصود

(۶)

گواہی بابا نانک نے بھی دی ہے کہ دینِ اسلام دینِ ایزدی ہے
رہو دنیا میں بندے بن کے سب نیک جو ایسا کرتا ہے وہ مہتدی ہے

پیشوایانِ مذاہب نمبر کے بارہ میں
جناب پنڈت جواہر لال نہرو کی گراں قدر رائے

سالِ ۱۹۲۹ء میں جماعت احمدیہ کی طرف سے مشترکہ سٹیج سے پیشوایانِ مذاہب کی سیرت و سوانح بیان کرنے کے لئے سال میں ایک دن مقرر کیا گیا۔ اس موقعہ پر دسمبر ۱۹۲۹ء میں جماعت کے رسالہ ریویو آف ریلیجنز انگریزی کا خاص پرچہ "پیشوایانِ مذاہب نمبر" بھی شائع ہوا۔ جس پر جناب پنڈت جواہر لال نہرو نے الہ آباد سے حسب ذیل الفاظ میں تبصرہ فرمایا:-

"ہر ایسی کوشش جو مختلف مذاہب کی اخلاقی تعلیمات کے اتحاد پر زور دینے اور ان کے پیروؤں کی موجودہ باہمی کشمکش کو دور کرنے کے لئے کی جائے تمام بھلے آدمیوں کی ہمدردی کی مستحق ہے اور اس ضمن میں آپ کی کوشش پر میں آپ کو نیک آرزوؤں کا تحفہ پیش کرتا ہوں۔" (ریویو فروری ۱۹۳۰ء)

اتحاد و یکجہتی کا بہترین ذریعہ

(بقیہ صفحہ ۲)

اس پروگرام میں شریک ہو کر باہمی محبت و الفت کے جذبات کو بڑھاوا دینے والے بنیں۔

ہمیں اس بات سے بے حد خوشی اور مسرت محسوس ہوتی ہے کہ ملک کی اس اہم ضرورت کی طرف اب نسبتاً زیادہ توجہ دی جانے لگی ہے بلکہ اب تو ملک کے بیدار مغز لیڈروں کی طرف سے بھی حکومتی سطح پر اس مسئلہ پر عملی قدم اُٹھایا جانے لگا ہے۔ چونکہ جماعت احمدیہ کے نزدیک دنیا کے سبھی روحانی پیشواؤں کی حقیقی عزت و احترام کا قیام ہی اس وقت ملکی اتحاد و یکجہتی کا بہترین ذریعہ ہے جماعت احمدیہ ایسے تمام اقدامات کا بڑی خوشی سے خیر مقدم کرتی ہے۔ اور حکومت کو یقین دلاتی ہے کہ ایسے نیک مقاصد کے لئے جماعت احمدیہ کا تعاون ہر وقت اس کو حاصل رہے گا۔ کیونکہ جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض ہی یہ ہے کہ دنیا کے تمام بنی نوع انسان کو آپس میں الفت و محبت کے رشتہ میں منسلک کر دیا جائے اور ایک انسان دوسرے انسان کا حقیقی رنگ میں ہمدرد و خیرخواہ ہو! وباللہ التوفیق۔

(محمد انعام غوری)

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

شفقت علی خلق اللہ کے چند دلکش نمونے

از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی ربوہ

مذہب کے دو ہی بڑے حصے ہیں (۱) تعلق باللہ (۲) شفقت علی خلق اللہ۔ اسی پرچہ میں شائع کردہ ایک دوسرے مضمون میں جہاں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مقدس سوانح اور آپ کی تعلیم کا مختصر ذکر ہے۔ ضمناً وہاں آپ کے تعلق باللہ کے پہلو پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ ذیل کا مضمون جو آپ کی سیرت طیبہ سے تعلق رکھتا ہے اس میں بطور نمونہ صرف ایسے ہی چند اشارات کا ذکر کیا گیا ہے جو شفقت علی خلق اللہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ حصہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کی ایک تقریر سے لیا گیا ہے جو "سیرت طیبہ" کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہو چکی ہے۔ تفصیلی مطالعہ کے لئے قارئین کرام اس رسالہ کی طرف رجوع فرمائیں۔ (ادارہ)

(۱)

میں نہایت اختصار کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جذبہ شفقت علی خلق اللہ کے متعلق کچھ بیان کرتا ہوں۔ اس تعلق میں سب سے پہلے میرے سامنے وہ مقدس عہد آتا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدائی حکم کے ماتحت ہر بیعت کرنے والے سے لیتے تھے اور اس پر جماعت احمدیہ کی بنیاد قائم ہوئی۔ یہ عہد دس شرائط بیعت کی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔ اور گویا یہ احمدیت کا بنیادی پتھر ہے۔ اس عہد کی شرط نمبر ۴ اور شرط نمبر ۹ کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ہر بیعت کرنے والا عہد کرے کہ

"عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح" اور "عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچائے گا"

یہ وہ عہد بیعت ہے جو احمدیت میں داخل ہونے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدائی حکم کے ماتحت مقرر فرمایا۔ اور جس کے بغیر کوئی احمدی نہیں سمجھا جا سکتا۔ اب مقام غور ہے کہ جو شخص اپنی بیعت اور اپنے روحانی تعلق کی بنیاد ہی اس بات پر رکھتا ہے کہ بیعت کرنے والا تمام مخلوق کے ساتھ دلی ہمدردی اور شفقت کا سلوک کرے گا اور اسے ہر جہت سے فائدہ پہنچانے کے لئے کوشاں رہے گا۔ اور اسے کسی نوع کی تکلیف نہیں دے گا۔ اس کا اپنا نمونہ اس بارے میں کیسا اعلیٰ اور کیسا شاندار ہونا چاہیئے۔ اور خدا کے فضل سے ایسا ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام بار بار فرمایا کرتے تھے کہ میں کسی شخص کا دشمن نہیں ہوں اور میرا دل ہر انسان اور ہر قوم کی ہمدردی سے معمور ہے۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں:-

"میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے میں بنی نوع انسان سے ایسی محبت کرتا ہوں جیسے ایک والدہ مہربان اپنے بچوں سے کرتی ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر میں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول"

(۲)

یہ ایک محض زبانی دعوے نہیں تھا بلکہ ایک حقیقت تھی کہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ مخلوق خدا کی ہمدردی میں گذرتا تھا اور دیکھنے والے حیران ہوتے تھے کہ خدا کا یہ بندہ کیسے ارفع اخلاق کا مالک ہے جو اپنے دشمنوں تک کے لئے حقیقی ماؤں کی سی تڑپ رکھتا ہے۔ چنانچہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب جو آپ کے مکان ہی کے ایک حصہ میں رہتے تھے اور بڑے ذہین اور نکتہ رس بزرگ تھے روایت کرتے ہیں کہ جن دنوں پنجاب میں طاعون کا دور دورہ تھا۔ اور بے شمار آدمی ایک ایک دن میں اس موذی مرض کا شکار ہو رہے تھے انہوں نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو علیحدگی میں دعا کرتے سنا اور یہ نظارہ دیکھ کر محو حیرت ہو گئے۔ حضرت مولوی صاحب کے الفاظ یہ ہیں کہ

"اس دعا میں آپ کی آواز میں اس قدر درد اور سوزش تھی کہ سننے والے کا پتہ پانی ہوتا تھا اور آپ اس طرح آستانہ الٰہی پر گریہ و زاری کر رہے تھے کہ جیسے کوئی عورت دردِ زہ سے بے قرار ہو۔ میں نے غور سے سنا تو آپ مخلوقِ خدا کے واسطے طاعون کے عذاب سے نجات کے لئے دعا فرما رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ الٰہی اگر یہ لوگ طاعون کے عذاب سے ہلاک ہو گئے تو پھر تیری عبادت کون کرے گا؟"

ذرا غور کرو کہ آپ کے مخالفوں پر ایک عذاب الٰہی نازل ہو رہا ہے۔ اور عذاب الٰہی بھی وہ جو ایک خدائی پیشگوئی کے مطابق آپ کی صداقت میں ظاہر ہوا ہے اور پیشگوئی بھی ایسی جس کے ٹلنے سے بظاہر لوگوں کی نظر میں آپ کی صداقت مشکوک ہو سکتی ہے مگر پھر بھی آپ مخلوقِ خدا کی ہلاکت کے خیال سے بے چین ہوئے جاتے ہیں اور خدا کے سامنے تڑپ تڑپ کر عرض کرتے ہیں کہ خدایا تو رحیم و کریم ہے تو اپنی مخلوق کو اس عذاب سے بچا لے اور ان کے ایمان کی سلامتی کے لئے اپنی جناب سے کوئی اور رستہ کھول دے۔

(۳)

دوستی اور وفاداری کے تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دل حقیقتہً بے نظیر جذبات کا حامل تھا آپ نے کسی کے ساتھ تعلقات قائم کرنے ان تعلقات کو توڑنے میں کبھی پہل نہیں کی۔ اور ہر حال میں محبت اور دوستی کے تعلقات کو کمال وفاداری کے ساتھ نبھایا۔ چنانچہ آپ کے مقرب حواری حضرت مولوی عبدالکریم صاحب روایت کرتے ہیں کہ

"حضرت مسیح موعود نے ایک دن فرمایا میرا یہ مذہب ہے کہ جو شخص عہد دوستی باندھے مجھے اس عہد کی اتنی رعایت ہوتی ہے کہ وہ شخص کیسا ہی کیوں نہ ہو اور کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے میں اس سے قطع تعلق نہیں کر سکتا ہاں اگر وہ خود قطع تعلق کر دے تو ہم لاچار ہیں۔ ورنہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اگر ہمارے دوستوں میں سے کسی نے شراب پی ہو اور بازار میں گرا پڑا ہو تو ہم بلاخوف لومتہ لائم اسے اٹھا کر لے آئیں گے۔ فرمایا دوستی بڑا قیمتی جوہر ہے اس کو آسانی سے ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ اور دوستوں کی طرف سے کیسی ہی ناگوار بات پیش آئے اور پھر اغماض اور تحمل کا طریق اختیار کرنا چاہیئے؟"

اس روایت کے متعلق حضرت مولوی شیر علی صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک مخلص صحابی تھے بیان کرتے تھے کہ اس موقع پر حضرت مسیح موعود نے یہ بھی فرمایا تھا

"اگر ایسا شخص شراب میں بے ہوش پڑا ہو تو ہم اس کو اٹھا کر لے آئیں گے اور اسے ہوش میں لانے کی کوشش کریں گے اور جب وہ ہوش میں آنے لگے گا تو اس کے پاس سے اٹھ کر چلے جائیں گے تاکہ وہ ہمیں دیکھ کر شرمندہ نہ ہو"

اس سے مراد یہ نہیں کہ نعوذ باللہ شرابیوں اور فاسقوں فاجروں کو اپنا دوست بنانا چاہیئے بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا کوئی دوست ہو اور وہ بعد میں کسی کمزوری میں مبتلا ہو جائے تو اس وجہ سے اس کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہیئے بلکہ وفاداری کے طریق پر اس کی اصلاح کی

(۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چچا زاد بھائی مرزا امام الدین صاحب مرزا امام الدین صاحب اپنی بے دینی

اور دنیا داری کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سخت ترین مخالف تھے بلکہ حقیقتاً وہ اسلام کے ہی دشمن تھے ایک دفعہ انہوں نے محض حضرت مسیح موعود کی ایذا رسانی کے لئے حضور کے گھر کے قریب والی مسجد مبارک کے رستہ میں دیوار کھینچ دی اور بعد میں آنے جانے والے نمازیوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملاقاتیوں کا رستہ بند کر دیا جس کی وجہ سے حضور کو اور قادیان کی قلیل سی جماعت احمدیہ کو سخت مصیبت کا سامنا ہوا اور وہ گویا قید کے بغیر ہی قید ہو کر رہ گئے لاچار اس مصیبت کو دور کرنے کے لئے وکلاء کے مشورہ سے قانونی چارہ جوئی کرنی پڑی۔ اور ایک لمبے عرصہ تک یہ تکلیف دہ مقدمہ چلتا رہا اور بالآخر خدائی بشارات کے مطابق حضرت مسیح موعود کو فتح ہوئی اور یہ دیوار گرائی گئی۔ اب یہ حضرت مسیح ٭

موعود اقوامِ عالم

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصّلوٰۃ السّلام

(ب) سوانح اور تعلیم

وہ عظیم الشان شخص جس کی انتظار ہندو بھائی کلنکی اوتار کے نام سے نیکوں کی رکھشا پاپیوں کے ناش اور دھرم کی امامت کرنے کے لئے کر رہے تھے وہ جس کو بدھوں نے "مبدھ کا رسول" قرار دیا۔ اور جس کے لئے عیسائی حضرت مسیح کی آمدِ ثانی کے رنگ میں چشم براہ تھے۔ وہ جس کو بدھ مذہب کی پیشگوئی میں "میتریہ" کا نام دیا گیا۔ اور جس کو اسلام نے "مسیح موعود" اور "مہدی معہود" قرار دیا۔ یاں وہی جو پارسی مذہب کا "فارسی الاصل پیغمبر" اور سکھوں کے لئے "پرگنہ بٹالہ کا گرو" ہے قادیان کی بستی میں ظاہر ہو چکا۔ وہ عین اس وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا کی اصلاح اور درستی کے لئے بھیجا گیا۔ جب تمام مذاہب کے لوگ شدت سے اس کی انتظار کر رہے تھے اور ضرورت زمانہ اور گزشتہ پیشگوئیاں اس کے ظہور کی متقاضی تھیں۔ ذیل میں اس عظیم المرتبت انسان کے جو موجودہ زمانہ کا اوتار اقوامِ عالم کا موعود ہے۔ حالات و سیرت پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی جاتی ہے۔

پیدائش اور خاندانی حالات

آپ کا اسمِ گرامی مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ آپ کی پیدائش ۱۸۳۵ء میں قادیان ضلع گورداسپور میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب اور والدہ ماجدہ کا نام حضرت چراغ بی بی صاحبہ تھا جو ایمہ ضلع ہوشیار پور کی تھیں آپ کے مورثِ اعلیٰ مرزا ہادی بیگ ۱۵۳۰ء میں جب ہندوستان میں شہنشاہ بابر کی حکومت تھی۔ سمرقند سے ہندوستان میں ہجرت کر کے آئے۔ آپ کے خاندان کا شجرہ نسب مشہور فاتح امیر تیمور کے چچا حاجی برلاس سے جا ملتا ہے۔

قادیان کی بستی کی بنیاد مرزا ہادی بیگ صاحب نے ہی رکھی تھی۔ اور یہ خاندان جو شان و عظمت اور وقار کے ساتھ روحانی اور علمی لحاظ سے بہت بلند مقام رکھتا تھا مختلف انقلابات میں سے گزرتا ہوا اس مرکزِ علمی قادیان میں قائم رہا۔

عہدِ طفولیت و ابتدائی تعلیم

حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کی پیدائش کے وقت آپ کے خاندان کی بہت سی تکالیف جو قریباً ۷۰ سال کی جلاوطنی اور خاندانی املاک سے بے دخلی کے رنگ میں درپیش تھیں بہت حد تک کم ہو گئیں۔ گویا آپ کی دنیا میں آمد آپ کے خاندان کے لئے خیر و برکت کا موجب ہوئی۔

آپ کے والد ماجد نے آپ کی تعلیم کا انتظام مشرقی طریق پر اپنے گھر میں استاد رکھ کر کیا۔ اور طبابت کی تعلیم خود بھی دی۔ بچپن کی عمر سے ہی آپ کی ذہانت اور علمی قابلیت ظاہر تھی۔ آپ کا اکثر و بیشتر حصہ ذکر و فکر اور غور و خوض اور مطالعہ کتب میں صرف ہوتا۔ اور آپ اپنی اس عمر میں بھی جو کھیل کود اور ہنسی مذاق کی ہوتی ہے۔ نہایت سنجیدہ رتیں خلوت پسند اور یادِ الٰہی میں مگن رہنے والے تھے۔

جب آپ نے تعلیم سے فراغت پائی تو آپ کے والد ماجد نے آپ کو خاندانی جائیدادوں کے انتظام اور دوسرے دنیوی امور میں لگانا چاہا۔ لیکن ان کے افسوس کی کوئی حد نہ رہی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ خاندان کا یہ نونہال ان دنیوی کاموں اور ترقیات سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔ آپ کا نقطۂ نگاہ اور مقصدِ حیات روحانی اور آسمانی تھا۔

انہی دنوں جب ایک دفعہ آپ کے والد صاحب نے ملازمت کا اچھا موقعہ ملنے پر آپ سے ملازم ہونے کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے فرمایا کہ

"میں نے جہاں ملازم ہونا تھا ہو چکا ہوں میرے والد صاحب کو میرا خواہ مخواہ فکر لاحق رہتا ہے۔"

یہ کہتے ہوئے آپ دینی کتب کے ان انبار میں کھو گئے جو آپ نے اپنے ارد گرد روحانی مشن کی تکمیل کے لئے اکٹھا کیا ہوا تھا۔

الغرض حضرت احمد علیہ السلام کے والد صاحب اپنی انتہائی کوشش کے باوجود آپ کو دنیوی مقاصد کے حصول کے لئے آمادہ نہ کر سکے جب تک آپ کو اپنے والد ماجد کی انتہائی خواہش کے احترام میں چند سال تک سیالکوٹ کے ضلع کی کچہری میں سرکاری ملازمت میں گزارنے پڑے لیکن اس سے بھی آپ کی دنیوی کاموں میں دلچسپی نہ بڑھی بلکہ اس ملازمت کے دوران میں جب آپ کو دنیوی ماحول کو قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ تو زمانہ کے عیوب و نقائص نمایاں طور پر آپ کے سامنے آ گئے۔ جن کی اصلاح اور درستی آپ کے خداداد مشن کا آئندہ زندگی میں ایک ضروری حصہ بنا یا کہ ملازمت کے چند سال میں اگرچہ آپ نے نہایت محنت۔ قابلیت اور دیانتداری سے اپنے مفوضہ کام کو سرانجام دیا لیکن آپ کا دل کبھی بھی اس کام میں نہ لگا۔ اپنی والدہ کی وفات پر آپ ملازمت چھوڑ کر واپس قادیان تشریف لے آئے اور کتب کے مطالعہ۔ غور و خوض اور یادِ الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ اس دوران میں آپ کے والد صاحب نے آپ کو ان مقدمات کی پیروی کے لئے بھی لگانا چاہا۔ جو انہوں نے خاندانی جائداد کی بحالی کیلئے دائر کئے ہوئے تھے۔ لیکن وہ آپ کو ذرا اس کام کے لئے کوئی دلچسپی پیدا نہ کر سکے۔

الہامات کا نزول

حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کے والد ماجد کی وفات ۱۸۷۶ء میں ہوئی۔ یہی وہ وقت تھا جب آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام اور کلام کا شرف بخشا گیا پہلے والد کی وفات کی خبر خدا کی طرف سے دی گئی۔ اور پھر جب اس اطلاع سے آپ کو بشریت کے تقاضہ سے ایک گونہ پریشانی اور فکر لاحق ہوا۔ تو خدا تعالیٰ کا پرسرور اور اطمینان بخش کلام ان الفاظ میں نازل ہوا کہ

الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہٗ

یعنی "کیا خدا اپنے بندہ کو کافی نہیں" یہی وہ الفاظ تھے جو آپ کی آئندہ زندگی میں تمام امیدوں کا سہارا اور دکھ درد کا مداوا ہے۔

دوسری شادی

۱۸۸۴ء میں خدائی منشا کے ماتحت آپ کی دوسری شادی حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا بنت حضرت میر ناصر نواب صاحب دہلوی کے ساتھ ہوئی جس سے آپ کے ہاں موعود اور مبشر اولاد پیدا ہوئی جو پیشگوئی کے وعدوں کے مطابق آج بھی دنیا کے لئے باعث ہدایت و نور ہے۔ آپ کی پہلی شادی چند رہ سولہ سال کی عمر میں اپنے خاندان میں ہی ہوئی تھی جس سے دو فرزند پیدا ہوئے)

مشن کا آغاز

۱۸۸۹ء میں آپ نے خدائی منشا کے تحت اپنے مشن کا باقاعدہ آغاز کیا اور اپنی جماعت کا نام "احمدیہ جماعت" رکھا علیحدہ نام رکھنے سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ آپ کے ماننے والے دوسرے مسلمانوں سے جو کئی طرح کے اعتقادی و عملی کمزوریوں میں مبتلا ہیں نمایاں اور ممتاز ہو جائیں اور اسلامی تعلیم اور عمدہ اخلاق پر پختہ ہو جائیں جو آپ ان میں قائم کرنا چاہتے تھے۔

اس کے ایک سال بعد آپ نے یہ دعویٰ پیش کیا کہ آپ مسیح موعود اور مہدی ہیں یعنی مسیح علیہ السلام کی آمدِ ثانی کی پیشگوئی آپ کی ذات میں پوری ہوئی ہے اور مہدی کی پیشگوئی بھی آپ کے وجود میں پوری ہوئی ہے۔ آپ نے اس بات پر دلائل کے ساتھ زور دیا کہ مسیح اسرائیلی آسمان پر نہیں گئے بلکہ وفات پا چکے ہیں اور ان کی آمدِ ثانی سے یہ مطلب ہے کہ کوئی شخص ان کی صفات اور خو بو لے کر ظاہر ہو۔ آپ نے یہ بتایا کہ دراصل مسیح موعود اور مہدی دونوں ایک ہی وجود ہیں علیحدہ علیحدہ نام مختلف صفات کے لحاظ سے رکھے گئے ہیں۔

آپ کی تعلیم

آپ نے اس بات پر بھی زور دیا کہ مذہب کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر جائز نہیں۔ آپ نے بعض مسلمانوں کے اس عقیدہ کی تردید کی کہ مہدی کی آمد پر لوگوں کو جبراً مسلمان بنایا جائے گا۔ آپ نے اس بات کو پیش فرمایا کہ جبر سے کوئی شخص مخلص نہیں بن سکتا بلکہ منافق بنتا ہے اور منافق کا درجہ ایک نہ ماننے والے سے بھی بدتر ہے۔

آپ کی تعلیم کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ نے تمام مذاہب کے ساتھ رواداری اختیار کرنے کا حکم دیا اور دوسرے مذاہب کے پیشواؤں کی عزت و تکریم کرنے کا ارشاد فرمایا۔ اور قرآن کریم کی اس ہدایت کو خاص طور پر اجاگر کیا کہ ہر قوم اور ملک میں ہادی و رہنما خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔ اسی اصل کے پیشِ نظر آپ نے سری کرشن جی، سری رامچندر جی مہاتما بدھ۔ حضرت زرتشت۔ حضرت کنفیوشس وغیرہ اجیاد اوتاروں کو سچا راستباز اور برگزیدہ قرار دیا۔

آپ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ سب پیغمبر اپنے اپنے وقت اور اپنے اپنے علاقہ میں آئے اور زمانہ اور حالات کی ضروریات کے مطابق لوگوں کو تعلیم دی۔ اور آخر میں محمد مصطفےٰ بانیٔ اسلام کے ذریعہ ایک کامل اور مستقل تعلیم کا نچوڑ اور خلاصہ موجود ہے اور موجودہ زمانہ میں خدا تعالیٰ کو پانے اور روحانی ترقیات حاصل کرنے کیلئے اسلام ہی کامل اور بہترین ذریعہ ہے۔

آپ نے اس بات پر بھی زور دیا کہ یہ خیال کہ خدا تعالیٰ پہلے لوگوں سے باتیں کرتا اور ہمکلام ہوتا تھا لیکن اب نہیں ہوتا ایک بیہودہ خیال ہے اور مایوسی پیدا کرنے والا ہے۔ خدا تعالیٰ کی معرفت اور کامل تعلق کا ذریعہ ہمیشہ کھلا ہے۔

آپ نے یہ بھی بتایا کہ جس طرح گزشتہ زمانہ میں دنیا کی گمراہی کے وقت اور آخری دور کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی اوتار یا اولیاء مبعوث ہوتے رہے اسی طرح آئندہ بھی حسبِ ضرورت اوتار آتے رہیں گے۔

حضرت شری کرشن علیہ السلام

از مکرم سید شجاعت علی صاحب ساہیت رتن قادیان

بھارت ورش کی پیچین تاریخ اور یہاں کی تہذیب پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے۔ بلا شبہ یہ اُس زمانہ میں بھی روشنی کا مینار تھا۔ جبکہ دنیا کے اکثر حصوں میں تاریکی و ظلمت اپنا ڈیرہ لگائے ہوئے تھی۔ اور اس زمانہ میں بھی تہذیب کا مرکز تھا۔ جبکہ دوسرے کئی ممالک غیر مہذب تھے۔ یہ ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ بھارت ورش وہ پوتر دیش ہے کہ جس پر ایشور کی خاص عنایت ابتداء سے آفرینش سے ہی چلی آتی ہے۔ اور وہ خدا تعالیٰ اس ملک میں ہماری روحانی ترقیات کے لئے رشی، منی اور اوتار بھیجتا رہا ہے۔ جن میں حضرت شری کرشن علیہ السلام بھی ایک بلند مرتبہ اور ذی شان اوتار ہیں۔

آج سے تقریباً تین ہزار سال قبل متھرا میں بھادوں کی آٹھویں شب کو باسدیو کے گھر آپ کا جنم ہوا۔ چونکہ سری کرشن کے ماموں کنس کو جو اُس وقت کا حکمران تھا نجومیوں نے بتلایا تھا کہ تمہاری بہن دیوکی کے گربھ سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو تجھے تباہ کرکے گدی کا مالک بن جائے گا۔ اور جب دیوکی کے رخصتانے کے وقت اُسے آکاش بانی بھی ہوئی تھی۔ اس لئے پاپی کنس کو اس خوف سے کہ بہن کے لڑکے کے علاوہ کوئی اور لڑکا بھی نہ ہو متھرا میں بے شمار معصوم بچے قتل کرواتا رہا۔ اور دیوکی کی اولاد کو خاص طور سے تہ تیغ کراتا رہا۔ مگر جسے خدا رکھے اُسے کون چکھے۔ جب شری کرشن جی پیدا ہوئے تو خدا تعالیٰ نے ایسا سامان کیا کہ والدہ دیوکی نے راتوں رات آپ کو گوکل پہنچا دیا۔ اور اس طرح آپ ایک محفوظ جگہ میں پرورش پانے لگے اور ایک وقت آیا جب آپ نے اس پاپی کنس کو مار کر ملک میں سچی شانتی اور امن پیدا کیا۔

ہندوؤں میں جتنے بھی اوتار، رشی منی آتے ہیں۔ اگرچہ وہ سب خدا تعالیٰ کے برگزیدہ اور مقرب بندے تھے مگر حضرت کرشن علیہ السلام ان سب میں بہت بلند شان والے تھے۔ ہندو حضرات اوتاروں کی سولہ کلائیں (درجات) مانتے ہیں۔ جن میں سے کسی میں بارہ مانتے ہیں کسی میں تیرہ اور کسی میں پانچ رہیں چودہ کلائیں۔ مگر شری کرشن ہی ایک ایسے ہیں جن میں سب کلائیں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے عرف عام میں کہا یہ جاتا ہے کہ قدیم زمانے سے ہندو لوگ شری کرشن کو خود ذات کلا سمپورن یعنی سولہ درجات طے کرنے والا تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔

ہندو مت کے اصول کے مطابق جب آپ شودش کلا سمپورن ہیں تو آپ کی تعلیم بھی اسی طرح کی ہونی چاہیئے مگر آج کی دنیا نے کرشن کے روپ کو بالکل ہی بدل ڈالا ہے۔ اگر سنسار اُن کی باتوں کی طرف دیکھے یا ان کے اُن کاموں پر نظر ڈالے جو شری کرشن کے متعلق بعض لوگوں کی طرف سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ تو اس حالت میں نعوذ باللہ وہ کسی صورت میں نبی چھوڑ ایک با اخلاق انسان بھی ثابت نہیں ہو سکتے۔ کیا ایک نبی یا اوتار بچپن میں کبھی چوری کر سکتا ہے؟ گوالنوں کا مکھن چپا کے نکال کر کھا سکتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ کبھی نہیں۔ ایسی مہمل ظاہری طور پر باتیں شری کرشن جی کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ جو کرشن جیسے عظیم الشان اوتار کی شان کے شایاں نہیں۔ ہم کرشن جی کی طرف ایسی باتیں منسوب نہیں کر سکتے جو اُن کی شان کو گرانے والی ہوں۔ وہ تو خدا تعالیٰ کا برگزیدہ نبی تھا۔ جس سے خدا تعالیٰ ہم کلام ہوتا تھا۔ اور اسی نے دنیا کی اصلاح کے لئے اُسے کھڑا کیا تھا۔ خدا نے اپنی تجلی سے اُسے منور کیا۔ اور اپنی ہستی کو دنیا کے سامنے اُس کے ذریعے ظاہر کیا۔ تاکہ وہ جو دنیا کے کیڑے ہیں اور وہ جو گمراہی اور ضلالت کے گڑھوں میں دبے پڑے ہیں۔ سیدھے دین اور راہ راست پر آکر معرفت الٰہی اور گیان حاصل کریں۔ سو شری کرشن کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا وجود دنیا میں ظاہر ہوا۔ اس نے اپنا چہرہ دنیا کو دکھایا۔ اور اس کے ذریعہ ہزاروں لاکھوں کو ہدایت حاصل ہوئی۔ اور اس طرح وہ باخدا انسان بن گئے۔

موجودہ زمانہ کے بعض لوگ سنیاس پر پختہ یقین رکھتے ہیں کہ باخدا انسان بننے یا صفات الٰہی اور گیان حاصل کرنے کے لئے بہترین ذریعہ عملت ناقہ کشی اور ریاضات نیز سنیاس اختیار کرکے پہاڑوں، جنگلوں میں جا رہنا ہے۔ مگر حضرت سری کرشن نے اپنی تعلیم میں فرمایا کہ

संन्यासः कर्मयोगश्च निःश्रेयसकरावुभौ। तयोस्तु कर्मसंन्यासात्कर्मयोगो विशिष्यते॥ गीता ५/२

یعنی کرموں کا سنیاس اور نشکام کرم یوگ یہ دونوں ہی خدا کے قرب کو حاصل کرنے کے بہترین ذریعے ہیں۔ مگر ان دونوں میں کرموں کے سنیاس سے نشکام کرم یوگ بہتر ہے۔ یعنی اگر انسان بغیر لالچ کے کوئی کام یا خدمت خلق کرے تو وہ سنیاس سے بہر حال بہتر ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ خدا کا قرب دنیا کے دھندوں میں پڑتے ہوئے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ جبکہ انسان دست بکار دل بایار کا مصداق ہو۔ اور یہ تعلیم فطرتاً بھی صحیح معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر سارے پڑھے لکھے اور نیک لوگ فاقہ کشی اور ریاضت کرنے لگ جائیں اور سنیاس دھارن کرکے جنگلوں میں چلے جائیں تو اُن کی شخصیت کو تو بے شک روحانی ترقی حاصل ہو سکتی ہے۔ مگر دوسرے لوگ تو ان کے نیک نمونہ اور فیض صحبت سے محروم ہو جائیں گے۔ اس طرح شہروں اور دیہاتوں میں ان پڑھ اور گناہوں میں ملوث اور دین سے بے بہرہ لوگوں کی سوسائٹی رہ جائے گی۔ یہی نہیں بلکہ آئندہ نسل بھی برے لوگوں اور جاہلوں کی چلے گی۔ اور انہیں سے بری تربیت اور اخلاق حاصل کرے گی۔ اور نیک اور حقیقی عالم لوگ جنگلوں اور بیابانوں میں بے اولاد ختم ہو جائیں گے۔ اور اس طرح ملک یا قوم تنزل کے گڑھے میں ہمیشہ کے لئے گر جائیگی۔ کیونکہ قوم یا ملک کی ترقی کا انحصار انہیں چند آدمیوں پر ہوتا ہے۔ پس اسی لئے حضرت کرشن علیہ السلام نے دنیا میں رہتے ہوئے معرفت الٰہی حاصل کرنے کا راستہ بتلا دیا۔ جو کہ فطرت انسانی کے عین مناسب حال ہے۔

اسی طرح آپ نے ذات پات کے بھید کو بھی مٹا دیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ خیال غلط ہے کہ برہمن صرف پوجا کریں اور کھشتریوں کی زندگی صرف جنگ کے لئے ہی وقف ہو جائے یا شودر دن رات ایک کرکے عیش پرست دنیا کے لئے کھانے پینے اور عیش و عشرت کے سامان مہیا کریں وغیرہ بلکہ ہر کام ہر انسان خواہ وہ کسی ذات سے تعلق رکھتا ہو کر سکتا ہے۔ اسے اس کی نیت کا ثواب ملے گا۔ کوئی انسان چھوٹا کام کرنے سے چھوٹا نہیں ہو جاتا اگر اس کی نیت صاف ہے اور وہ ماحول کے تقاضے سے مجبور ہے تو اسے وہی ثواب ملے گا جو دوسروں کو ملتا ہے۔ حضرت شری کرشن جب اللہ تعالیٰ سے معرفت اور تجلی حاصل ہوئی۔ تو آپ نے اپنا دھرم پرچار کرنا شروع کر دیا۔ آپ ایک عظیم انسان خدا نما انسان تھے۔ شری کرشن کے دل میں ایک پریم کا دریا بہتا تھا اُن کی بانسری سے محبت کی صدا گونجتی تھی۔ ان کا دھرم پرچار مرلی کے ذریعہ ہی سمجھنا چاہیئے۔ اُن کی زبان مرلی تھی۔ اُن کی زبان سے جو کلمات نکلتے تھے وہ ایک بانسری سے بھی زیادہ لطیف اور کشش رکھتے تھے۔ کیونکہ اُن کی آواز دراصل وہ پرماتما کی آواز تھی جس کو سننے اور عمل کرنے کے لئے ایک دنیا آپ کے ارد گرد جمع ہو گئی۔ اور آپ کا دیا ہوا مشن بہت تھوڑے ہی عرصہ میں ترقی کر گیا۔ آپ نے برج کے تمام گوپی گوپیکاؤں کے دلوں کو پاک کر دیا اُن کو تقویٰ کا لباس پہنایا۔ اُن کے اندر ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا۔ اُن میں آپ نے وہ روح پھونکی جس کے ذریعہ انہیں صرف با اخلاق انسان ہی نہیں بلکہ باخدا انسان بنا دیا۔

حضرت شری کرشن علیہ السلام ایک بہت بڑے مہمان نواز تھے۔ یہی نہیں کہ آپ صرف اپنے دوستوں کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہوں بلکہ اُن کے دل میں تمام مخلوق خدا کے لئے ہمدردی اور محبت کا جذبہ تھا۔ جو ایک دوست کے متعلق ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب یدھشٹر نے اشومیدھ یگیہ کیا تو سوچا گیا کہ مہمان نوازی کا کام کس کے سپرد کیا جائے۔ تمام سبھا میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ آپ فی الفور کھڑے ہو کر فرمانے لگے کہ میں مہمانوں کی خدمت کروں گا۔ لہٰذا اُس یگیہ میں جتنے بھی مہمان آئے آپ نے ان کی دل و جان سے خدمت کی۔ اور اپنے فرض کو بڑی تندہی سے بجا لائے۔ اسی طرح آپ کا ہاتھ غرباء اور مساکین کے لئے ہر وقت فراخ رہتا تھا۔ آپ کسی کے دکھ کو دیکھ کر برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ حضرت شری کرشن کے ایک ہم جماعت سداما نامی برہمن جو گردش زمانہ سے بہت زیادہ مفلس ہو گئے تھے۔ جب ان کے دربار میں پہنچے تو آپ نے سداما کی ویسی ہی عزت و تکریم کی جیسی کہ پہلے کرتے تھے۔ آپ نے سداما کے دو تین مٹھی چاولوں کی نذر کو خوشی قبول فرمایا اور اظہار محبت کے لئے سداما کے سامنے ہی کچے چاولوں کو چبا لیا۔ یہ اخلاق تھا اور غرباء کے دلوں کو ابھارنے والا ایسا نمونہ ہے۔ جس نے شری کرشن کی زندگی کو آفتاب کی طرح روشن کر دیا ورنہ ایسے اخلاق میں کسی کو کون پوچھتا ہے۔ دوست دوست کو بھول جاتا ہے۔ مگر شری کرشن علیہ السلام کے اخلاق کریمانہ کو ملاحظہ فرمایئے۔ آپ نے نہ صرف اُس کی عزت افزائی کی اور نہ صرف اس کے مٹھی بھر چاولوں کی بھینٹ (نذرانہ) کو قبول فرما کر اپنی فراخدلی اور محبت و خلوص کا نمونہ پیش کیا بلکہ آپ نے اس غریب برہمن کو اپنے جیسا امیر کبیر بنا دیا۔ اسی طرح

(باقی صفحہ ۲۱ پر)

حضرت شری رام چندر جی کے حالات

از مکرم مولوی خورشید احمد صاحب پربھاکر - قادیان

خدا تعالیٰ نے انسانوں اور حیوانوں کی فطرت میں بعض خواص نمایاں رنگ میں پیدا کئے ہیں۔ حیوانات اپنے فطرتی خواص کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں پانی کے جانوروں میں تیرنے کا خاصہ نمایاں طور پر پیدا کیا گیا ہے۔ پرندوں میں مادہ پرواز فطرتًا موجود ہے۔ اسی طرح انسانوں میں وہ سروں کے نمونہ اپنانے اور عقل و فہم سے کام لینے کا مادہ پیدا کیا گیا ہے انسان جو دیکھتا یا سیکھتا ہے اسی کے مطابق عمل کرتا ہے۔ جہاں خدا تعالیٰ نے انسان کی جسمانی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے آگ، ہوا۔ پانی۔ سورج۔ ستارے۔ فضاء۔ زمین وغیرہ کا مکمل نظام پیدا فرمایا ہے۔ وہاں روحانی زندگی کے احیاء و بقا کے لئے پیغمبروں اور اوتاروں کا سلسلہ جاری فرمایا ہے۔ انسان اوتاروں یا نبیوں کی پیروی کرکے دونوں جہانوں کی فلاح و کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ انسانی فطرت کے مناسب حال نبی یا اوتار انسانوں میں سے ہوتے رہے ہیں تاکہ وہ اپنے ہم جنس کی نقل کرنے میں انسانوں کو سہولت ہو اور اس طرح وہ رضائے الٰہی کو آسانی سے پا سکیں۔

زمین کی تپش اور شدت کی گرمی بارش کی محتاج ہوتی ہے۔ گھٹا ٹوپ اندھیرا روشنی کو چاہتا ہے۔ ادھرم۔ بے دینی۔ پاپ اور ظلم بھی اوتار یا نبی کے نزول کا باعث بنتے ہیں۔ جب دنیا کے عالم و جاہل واقف و ناواقف۔ گمراہی و بے دینی پھیل جاتی ہے۔ اور اہل دنیا۔ دنیا کے مال و متاع۔ آرام و آسائش پر فریفتہ ہوجاتے ہیں۔ تب

यदा यदा हि धर्मस्य ग्लानिर्भवति भारत।
अभ्युत्थानमधर्मस्य तदात्मानं सृजाम्यहम्॥
परित्राणाय साधूनां विनाशाय च दुष्कृताम्।
धर्मसंस्थापनार्थाय सम्भवामि युगे युगे॥

یوں جیا دیں سمت گردد بے
خا یم خود را بشکلے کسے

یعنی جب جب بھی دھرم کی ہانی اور پاپ کی زیادتی ہوتی ہے۔ تب پرماتما کی طرف سے دھرم کی حفاظت اور ادھرمی اور پاپ کے ناش کرنے کے لئے اوتار جنم دھارن کرتا ہے۔ اسی قدائی اصول کے ماتحت جب

جب کبھی بھی جہالت اور ادھرمی اپنی انتہا کو پہنچی رحیم و کریم خدا کی طرف سے کوئی نہ کوئی پیغمبر اس دنیا کو راہ راست پر لانے کے لئے آتا رہا ہے۔ چنانچہ آج تک اس دنیا میں مختلف زمانوں مختلف قوموں اور ملکوں میں ہزاروں اوتار ظاہر ہو چکے ہیں۔

آج سے تقریبًا ساڑھے تین ہزار برس پیشتر بھارت ورش کی مذہبی اور سیاسی حالت بہت ابتر تھی۔ جس طرح "شدت گرمی ہے محتاج باران بہار" عین ہی بھارت کو ایک سچے نیتا اور پیغمبر کی ضرورت تھی۔ خصوصًا جنوبی ہند میں پاپ اور ادھرمی کا دور دورہ تھا۔ راکھشس اور پاپی راجاؤں کا سکہ جما ہوا تھا۔ خدا پرستوں اور ایشور بھگتوں کو امان نہ تھی۔ اس گمراہی اور بد امنی کے زمانہ میں پرماتما کے پیارے اوتار شری رامچندر جی کا جنم ہوا تا پھر از سر نو دھرم کی جگہ دھرم۔ اور بد امنی کی جگہ شانتی قائم ہو جائے۔ لوگ خدا تعالیٰ کا جلال دیکھے اور مخلوق اپنے خالق کو پہچانے۔

شری رامچندر جی کا خاندان

تقریبًا ساڑھے تین ہزار برس گذرے ہیں کہ اجودھیا میں راجہ دسرتھ راج کرتے تھے۔ ان کی تین رانیاں تھیں۔ لیکن اولاد نہ تھی آخر پارسا لوگوں کے مشورہ سے راجہ نے ایک بڑا یگیہ کیا جس میں دان۔ پُن صدقہ و خیرات کیا گیا۔ خدا تعالیٰ نے راجہ کو تینوں رانیوں سے لڑکے عطا کئے۔ رانی کوشلیا کے بطن سے شری رامچندر جی ماہ چیت اور شُکل پاکش کی نویں تاریخ کو پیدا ہوئے۔

تعلیم و شادی

سات برس کی عمر میں آپ کو مقامی گورو کل (مذہبی مدرسہ) میں تعلیم کے لئے بھیجا گیا۔ آپ نے سات آٹھ برس کی عمر میں چاروں وید اور چھ شاستر پڑھ لئے۔ مذہبی تعلیم سے فارغ ہو گئے ہی تھے کہ ایک دن وشوامتر رشی راجہ دسرتھ کے دربار میں آئے۔ اور راکھشس لوگوں کے ظلم و ستم کا جو وہ عابدوں اور زاہد لوگوں پر روا رکھتے تھے ذکر کرکے شری رامچندر اور لچھمن کو جنگل لے جانے پر اصرار کیا۔ ایک طرف والدین کی محبت اور دوسری طرف گورو کی خواہش کا احترام۔ راجہ عجیب کشمکش میں پڑ گئے۔ نہ ہی بے جانا منظور نہ کرتے تھے۔ آخر راجہ نے دل پر پتھر رکھ کر بچوں کو وشوامتر کے ساتھ جنگل بھیج دیا۔ بن میں جا کر شری رامچندر جی نے سپاہیانہ علوم و فنون سیکھے۔ اس وقت آپ کی عمر پندرہ برس کی تھی۔

چونکہ خدا تعالیٰ نے آپ سے بہت بڑا کام لینا تھا۔ اس لئے آپ کی ظاہری و باطنی جسمانی و روحانی تعلیم کو محض اپنے فضل و کرم سے مکمل کیا۔ راکھشسوں اور لٹیروں سے لوگ امن میں آ گئے۔ بہت سے راکھشس وغیرہ آپ کے ہاتھوں مارے گئے۔ ابھی آپ جنگل میں ہی تھے۔ کہ راجہ جنک والئے متھلا نے اپنی لڑکی سیتا کا سوئمبر رچایا۔ آپ دونوں بھائی متھلا گئے۔ راجہ جنک کی کمان پر سوئمبر جیتنے کی شرط تھی۔ شری رامچندر نے ٹکڑے ٹکڑے کر دی۔ سیتا سے آپ کی شادی ہو گئی۔ اس وقت آپ کی عمر سولہ برس کی تھی۔ شادی کے بارہ برس بعد تک آپ بڑے چین سکھ سے اجودھیا میں رہے۔ اس عرصہ میں آپ اپنی خداداد ذہانت اور نیکی و تقویٰ کے باعث ہر دلعزیز اور محبوب ترین وجود ہو چکے تھے۔ راجہ دسرتھ نے اپنے بڑھاپے کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ کو ولی عہد بنانے کا اعلان کر دیا۔ امراء۔ وزراء اور رعایا غرضیکہ لوگوں کا ہر طبقہ آپ کے ولیعہد بننے کی خوشی میں پھولے نہ سماتا تھا۔ آپ کے راج تلک (ولیعہد) ہونے کے اعلان سے شام تک اجودھیا نگری بڑی خوشنما اور بارونق ہوگئی۔ راجا اور پرجا خوش و خرم اور دلشاد تھے مگر تقدیر کچھ اور ہی چاہتی تھی۔

بن باس

راجہ دسرتھ کی تیسری رانی کیکئی نے راجہ کو ان کے عہد دیئے ہوئے قول یاد دلائے۔ جن کی رُو سے شری رامچندر کو چودہ سال کا بن باس اور بھرت جی کو راج دیئے جانے کی خواہش کی۔ ہر چند راجہ نے رانی کو سمجھایا۔ پر عورت ذات کی ہٹ مشہور ہے۔ رانی نے کوئی بات نہ مانی۔ صابر اور فرمانبردار بیٹے رام نے اپنے باپ کے قول کو پورا کرنے کے لئے جنگل جانے کی تیاری شروع کر دی! جو جیا نگری جو گذشتہ شب خوشی کا گہوارہ تھی

آج صبح ماتم کدہ بنی ہوئی تھی۔ ہر دل پُر غم اور ہر آنکھ پُرنم تھی۔ راج تلک کا خواب سراب بن کر رہ گیا۔ زمین و آسمان کے مالک خدائے ذوالجلال کے تصرفات کو عوام نہیں سمجھ سکتے۔ کیونکہ سہ

قادر ہے وہ بارگاہ ٹوٹا کام بنا دے
بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پائے

خدا تعالیٰ نے شری رام جی کو حکومت اور عیش و عشرت کے لئے نہیں بھیجا تھا بلکہ زمانہ کی ضرورت کے مطابق تاریکی کو دور کرنے روشنی اور نور پھیلانے کے لئے بھیجا تھا اور اس لئے بھیجا تھا کہ جو ناحق کوشی اور حق پوشی کے درپے تھے۔ ان کو راہ راست پر لائیں اور جو قوت بازو سے ادھرم کو دھرم پر غالب کرنے کی کوشش کر رہے تھے ان کو الٰہی قوت سے مغلوب کیا جائے۔ یہیں سے آپ کے خدائی مشن کا آغاز ہوتا ہے۔

امتحان پر امتحان

اس موقعہ پر آپ کو بھی پیغمبروں کی طرح آزمائش میں سے گذرنا پڑا۔ ان امتحانوں میں آپ اولوالعزم رسول کی طرح کامیاب ہوئے۔ آپ کی حقیقی والدہ کوشلیا نے ممتا کا واسطہ دے کر۔ ماں کا حق باپ سے زیادہ جتلا کر۔ اپنے بڑھاپے اور جدائی کا صدمہ بتا کر جنگل جانے کے ارادہ کو ترک کر دینے کے لئے مجبور کیا۔ سیتا جی نے خود جنگل میں رفاقت کا ارادہ ظاہر کرکے نہایت لطیف پیرایہ میں "صنف نازک" اور ذمہ داری کے جذبات ابھار کر آپ کے ارادہ کو متزلزل کرنا چاہا۔ جاں نثار بھائی لچھمن نے سارے مصائب قوت بازو سے دور کرنے اور آپ کی خدمت کرنے اور بصورت دیگر خود ساتھ جنگل جانے کی ضد کرکے روکنا چاہا۔ امراء و وزراء اور دیگر ارکان حکومت نے حکومت اور رعیت پروری کے فرائض کی طرف توجہ دلا کر بڑھے باپ کا واسطہ دے کر جنگل جانے سے روکا مگر آپ نے یہی فرمایا

"وعدہ وفائی پرم دھرم ہے"

اگر شری رامچندر جی اپنے والد کے قول کو پورا نہ بھی کرتے تو بھی ان پر کوئی دھبہ نہ تھا لیکن اخلاقی نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو عورت۔ عورت ذات کا ہاتھ قیامت تک مردوں کے خلاف الحنہ کے رنگ میں اٹھ سکتا تھا۔ کیونکہ راجہ دسرتھ نے یہ قول رانی کیکئی کے حسن و جمال یا عشرت میں پڑ کر نہیں دیا بلکہ میدانِ کارزار میں جبکہ دیش سیوک راجہ دیش کی آزادی کے لئے لڑ رہا تھا عین حالت جنگ میں رانی نے [illegible] رتھ کے ٹوٹے ہوئے دھرے کی جگہ اپنا بازو دے کر ملک و قوم کی آزادی کو بحال رکھا تھا۔ ایسے نازک وقت میں جو احسان رانی نے ملک پر کیا اس کے صلہ میں [illegible] یعنی راجہ نے رانی کو قول دیا۔ جو ایک لحاظ

سے ساری قوم کا تھا۔ ایفائے عہد کی صورت میں عورت ذات سے حریت ملک اور دلیش سیوا کے جذبات کو خرید نہیں سکتی۔ آپ نے وہ قول پورا کر کے بجا طور پر مردوں کا سر بلند کر دیا۔ کہ مردوں نے عورتوں کے وقت کے وقت طلب اور آن ہونے کے مطالبہ کو بھی پورا کر کے ثابت کر دیا ہے۔ کہ مردوں کی طرف سے کبھی بھی عورتوں کے ساتھ بے وفائی نہیں کی جا سکتی۔

چترکوٹ آپ چترکوٹ تھے کہ آپ کی آزمائش زبردست طور پر ایک دفعہ پھر ہوئی شری بھرت جی بمراہ ارکان حکومت رانیوں اور پرجا کے لوگوں کے آپ کو واپس لانے کے لئے چترکوٹ پہونچے۔ پتا جی کے فوت ہو جانے کا ایک اور صدمہ آپ کو سہنا پڑا۔ سب نے آپ کے واپس چلنے پر اصرار کیا۔ مگر آپ کا زمانے کا اعتماد دشانتی اور تکلیف کی بڑھ وعدہ ایفائی ہے۔ تاہم لوگوں کے اصرار پر آپ نے بھرت کو اپنی طرف سے راج کرنے کا حکم دیا اور چند نصائح فرمائیں

سیاسی واخلاقی تعلیم شری رام چندر جی کی زندگی کا محور ہی وعدہ ایفائی ہے۔ آپ نے بھرت جی کو فرمایا:۔

(۱) رعایا کو فرزند کی طرح پرورش کرو

(۲) غیر عورت کی ماں یا مہربان کی طرح عزت و تکریم کرو۔

(۳) ہمیشہ آداب مجلس ملحوظ رکھو

(۴) ابدکردار دشمن کا قلع قمع کرنے میں بھی پس و پیش مت کرو ملک و قوم کی فلاح و بہبودی کے یہ زریں اصول رام راج میں نمایاں نظر آتے۔ اگر آپ کے ان سیاسی مجلسی۔ معاشرتی اور اخلاقی نظریات کو حکمران اور پبلک اپنا لیں تو دنیا میں امن ہی امن قائم ہو جائے۔

آپ کی قوت قدسی نے اس زمانہ کے لوگوں میں نیکی اور پاکیزگی پیدا کر دی تھی۔ جہاں آپ نے ایک صداقت کے لئے اپنا حق عملاً ترک کر دیا۔ راج پاٹ کو لات مار دی۔ عیش و عشرت اور سکھ چین کو چھوڑ دیا۔ بلاشبہ آپ کی یہ قربانی بے نظیر ہے۔ لیکن آپ کی قوت قدسی کا یہ اثر پڑا کہ بھرت جی کا دل جو کہ حکومت مل جاتی ہے اس ایثار و قربانی سے اور متاثر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بھائی کے حق کو کبھی بھی اپنا حق نہیں سمجھا بلکہ

"حق پرایا نا کھاتے جیوں گئو دا رت"

(دوسرے کے حقوق کو دبا لینا گائے کا خون پینے کے برابر ہے) پر اپنے حق کو عملی طور پر ترک کئے رکھا۔ چودہ برس تک بھائی کے تصور سے تخت سے نیچے بیٹھ کر امور سلطنت انجام دیتے رہے۔

کیا آج بھی رام لچھمن جیسے بھائی ملتے ہیں؟ دوسروں کے حقوق کے غاصب۔ ناجائز منافع اندوز۔ بلیک مارکیٹ کو کھانے کا پکیزہ دودھ سمجھ کر غٹ غٹ پی جانے والے ساہوکاروں کا ذکر ہی کیا۔ ذرا سرسری نگاہ سے حکومتوں کو ہی دیکھئے کہ وہ کس طرح کمزوروں کو ملیامیٹ کرنے کے لئے کوشاں ہیں

پنچ وٹی جہاد بالسیف چترکوٹ سے آپ اجودھیا واسیوں کے ستانے کے ڈر سے پنچ وٹی چلے گئے پنچ وٹی جنوبی ہند میں تھا۔ اور جنوبی ہند ان دنوں لنکا کے راجہ راون کے ماتحت تھا۔ راون کی طرف سے اس کے دو بھائی کھرا اور دوشن جنوبی ہند میں راج کرتے تھے۔ اسی جگہ پر آپ کے مشن کا وہ حصہ نمایاں ہوتا ہے جسے جہاد بالسیف کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ کیونکہ جب دلائل بینہ سے دشمن صداقت قبول نہ کرے۔ بلکہ صداقت کو تلوار سے خاک میں ملانا چاہے تو وقت کی نزاکت کے مدنظر مجبوراً نبی کو بھی دفاع کے لئے تلوار اٹھانی پڑتی ہے۔ پنچ وٹی جانے سے پیشتر آپ دلائل براہین کی رو سے فتح حاصل کی۔ پرسرام کو متھرا میں اپنی شادی کے موقعہ پر دلائل سے قائل کیا۔ بھرت اور رعایا اور امراء وزراء کو دلائل سے تسلی دی۔ مگر یہاں جب سروپ نکھانے آپ سے یا لچھمن جی سے شادی کا کرنے پر ضد کی اور دلائل کو نہ مانا۔ بلکہ دھمکی دی۔ تو آپ پھر بھی خاموش رہے۔ مگر لچھمن جی نے غصہ میں آ کر اس کی ناک کاٹ دی۔ سروپ نکھا کے بھائی کھرا اور دوشن اس وجہ سے طیش میں آ گئے۔ اور چودہ ہزار سپاہ کے ساتھ ان دو پردیسیوں پر حملہ کر دیا۔ اپنے دفاع کے لئے مجبوراً شری رام چندر کو تلوار چلانی پڑی۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو فتح دی۔ دشمن اور دشمن کا لشکر مارا گیا۔ آپ فتحیاب ہوئے۔ اس جنگ کے نتیجہ میں ان راجاؤں کے ظلم و ستم کا خاتمہ ہوا۔ وہاں کی رعایا بہت خوش ہوئی۔ گویا آپ ان کے نجات دہندہ ثابت ہوئے۔

کھرا اور دوشن کی جنگ جہاد بالسیف کا آغاز ہی تھا کیونکہ اس کے بعد آپ کو راون کے ساتھ بدھ کرنا پڑا۔ سروپ نکھانے لنکا پہنچ کر راون کو کھرا اور دوشن کی تباہی کا سارا قصہ سنایا۔ اور سیتا جی کے حسن کا خاص طور پر ذکر کیا۔ راون نے انسانیت اور اخلاق سوز تدبیر انتقام سوچی۔ راہو کو ساتھ لے کر جنوبی ہند آیا۔ اور رام لچھمن کی عدم موجودگی میں سیتا جی کو زبردستی اٹھا کر لے گیا۔ رام لچھمن واپس کٹیا میں آ گئے۔ سیتا جی کی تلاش میں نکلے جٹایو نام کے آدمی سے پتہ چلا کہ ظالم راون ان کو زبردستی اٹھا کر لے گیا ہے۔ یہ صنف نازک کی عفت و عصمت ہی کا تصور ان دونوں بھائیوں کو مضطرب کر رہا تھا۔

چھوت چھات کے خلاف عملی تعلیم راستہ میں ایک رات شبری نام بھیلنی کے گھر کا ٹی۔ وہیں کھانا کھایا۔ شبری نے بڑی محبت سے آپ کی سیوا کی۔ بھیلنی نے چکھ چکھ کر میٹھے بیر شری رامچندر کے واسطے رکھے تھے۔ شری رام نے اس کے جوٹھے بیر بڑے ذوق سے کھائے۔ لیکن آج بعض کے ہاں نیچ سے نیچ قوم اچھوت یا بھیل گنی جاتی ہے۔ اور پھر انسانوں میں سب سے کم درجہ عورت کو دیا جاتا ہے۔ اس لئے شبری بھیلن کا کیا درجہ ہوگا؟ مگر شری رام چندر نے اسی بھیلن کے منہ کے جوٹھے بیر کھائے۔ ہندو دھرم کی بنیادی اینٹ شری رام جی ہیں۔ چھوت چھات کے خلاف قیامت تک آپ کا عملی نمونہ سورج کی طرح چمکتا رہے گا۔ بھارت واسیوں کے لئے آپ کی یہ عملی تعلیم ہے۔ جو اس کے خلاف عمل کرتا ہے۔ اس سے محبت کرنے والا نہیں کہلا سکتا۔

کسکندا سگریو والئے کسکندا کو اس کے چھوٹے بھائی بالی نے اس کا راج اور بال بچے چھین کر نکال دیا تھا۔ مظلوم سگریو کی درخواست پر آپ نے اس کی مدد کی۔ بالی کو ایک درخت کی آڑ کے پیچھے چھپ کر تیر سے ہلاک کر دیا۔ لچھمن کے ذریعہ سگریو کو تخت پر بٹھایا۔ اور خود بوجہ عہد بن باس شہر میں نہیں گئے۔ جب کسکندا کی سیاسی۔ مجلسی حالت درست ہو گئی ملک میں امن چین قائم ہو گیا۔ تو آپ نے سگریو کو لنکا پر حملہ کی تیاری کا حکم دیا۔ پہلے سگریو کی فوجوں کے کمانڈر انچیف ہنومان کو لنکا کے حالات معلوم کرنے بھیجا۔ ہنومان نے لنکا کے تمام حالات کا جائزہ لے کر واپس آ کر آپ کو بتایا کہ سیتا جی فلاں باغ میں قید ہیں۔ غم سے پژمردہ ہیں۔ اسی طرح راون کی فوجی طاقت کا حال بھی بتلایا چونکہ راون کو ہنومان کے لنکا آنے کا علم ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ بھی تیاری کرنے لگا۔ راون کے چھوٹے بھائی بھبھیشن نے اسے سیتا جی کے واپس دے دینے پر زور دیا۔ لیکن مغرور راون نے اپنے نیک دل بھائی کے نیک مشورہ کو نہ مانا اور اسے لنکا سے نکال دیا۔ ناچار بھبھیشن شری رام جی کے پاس آ گئے۔

صلح کا پیغام شہزادہ بین الاقوامی قوانین کے ماتحت صلح راون کے شہزادہ حضرت رامچندر نے انگد نامی لیڈر کسکندا کو گفتگوئے مصالحت کے لئے سفیر بنا کر راون کے دربار بھیجا۔ ہر چند صلح کی کوشش کی گئی لیکن راون نے صلح کی کوئی بات منظور نہ کی۔ آخر کار ناامید ہو کر اعلان جنگ کیا گیا۔

لنکا پر حملہ اور آپ کی فوجیں سرزمین لنکا میں داخل ہوئیں۔ ایک عرصہ تک بڑے گھمسان کی جنگ ہوتی رہی۔ اس جنگ میں بھبھیشن نے بہت زیادہ مدد کی۔ وہ لنکا کی چپہ چپہ زمین سے واقف تھے شری رام جی کو مایوسی میں بھی بھبھیشن کی وجہ سے زبردست امید پیدا ہو جاتی تھی "گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے" کا محاورہ اسی وجہ سے مشہور ہے۔ راون کا بہادر بیٹا میگھناتھ اور بھائی کنبھ کرن میدان جنگ میں مارے گئے۔ آخر وہ سر کے رو ز نبی کا مقابلہ کرنے والی قوتوں کی طاقت۔ راون اللہ تعالیٰ کے نبی شری رام جی کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو گیا فتح و نصرت و کامرانی آپ کو ملی۔ کیونکہ خدائے ذوالجلال کی قدیم سے یہ سنت ہے کہ

لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ

کہ غلبہ ۔ اور اس کے فرستادوں کو ہی ملتا ہے۔ ابھی بن باس کے چند دن باقی تھے۔ اس لئے آپ شہر نہیں گئے۔ اپنے بھائی لچھمن کے ذریعہ نیک دل بھبھیشن کو لنکا کے تخت پر بٹھایا۔ سگریو کی فوجوں کو انعام و اکرام دے کر رخصت کیا۔

جب معصوم عارہ رشاکرہ نیک دل سیتا آپ کے پاس لائی گئیں تو آپ نے فرمایا یہ مت خیال کرو میں نے یہ کشت و خون صرف ایک عورت کو حاصل کرنے کے لئے کیا ہے۔ بلکہ یہ جنگ دھرم اور ادھرم میں ہوا ہے۔ اور مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ پرماتما نے اس جہاد میں دھرم کو غلبہ بخشا۔

اجودھیا میں واپسی اب چونکہ آپ کے بن باس کی مدت ختم ہو گئی تھی۔ لہٰذا آپ بمع اپنے ساتھیوں کے جن میں بھبھیشن اور ہنومان وغیرہ بھی شامل تھے چترکوٹ کے رستے گنگا پار کر کے اجودھیا واپس لوٹے نیک دل بھرت اور پرجا نے آپ کا پرجوش استقبال کیا اور آپ کی تشریف آوری کی خوشی میں سارے شہر میں چراغاں کیا گیا جو آج تک دیوالی کے نام سے منایا جاتا ہے۔ بھرت جی نے راج آپ کے سپرد کیا۔

ہجرت کے بعد عظیم الشان ترقی انبیاء ورسل کو ہجرت کے بعد عظیم الشان ترقی ہجرت کے بعد حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس ہجرت کے بعد ترقی پر ترقی عطا فرمائی۔ شمالی ہند سے جنوبی ہند اور لنکا کے کناروں تک آپ کی حکومت قائم ہو گئی اور آپ کی سلطنت کو گوناگوں برکتوں ...

حضرت گوتم بدھ کے حالاتِ زندگی

از مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی انچارج احمدیہ مسلم مشن ملاپرم

حضرت گوتم بدھ کی پیدائش

شاکیہ قوم کی نیپال کے جنوب میں ایک چھوٹی سی پہاڑی ریاست تھی۔ جس کا دار الخلافہ کپل وستو شہر تھا۔ حضرت مسیح ناصری سے ۶۰۰ برس قبل شاکیہ خاندان میں شدھودن نامی ایک راجہ راج کرتا تھا۔ جو بہت نیک تھا۔ اور رعایا اُس سے ہر طرح خوش تھی۔ کپل وستو کے مشرق کی طرف کلی نامی ایک اور چھوٹی سی ریاست تھی۔ دیودہ نگر اس ریاست کا دار الخلافہ تھا۔ راجہ شدھودن نے کلی کے راجہ انجن کی دو لڑکیوں مایا اور پرجا پتی جس کا دوسرا نام گوتمی تھا شادی کی۔ عجیب اتفاق تھا کہ راجہ شدھودن کے ہاں کافی عرصہ تک کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اُس کو یہ خیال ہونے لگا کہ شاید شاکیہ خاندان کا نام صفحۂ ہستی سے اُٹھ جائے گا۔ ادھر مہامایا کی عمر ۴۵ برس کی ہو گئی۔ تو خدا کی قدرت سے رانی کو امیدواری ہوئی۔ بچہ کی پیدائش کے موقعہ پر راجہ شدھودن نے رانی کو اُس کے میکہ دیودہ نگر جانے کی اجازت دے دی۔ مگر راستہ میں ہی ایک آرام باغ میں مہاتما بدھ پیدا ہوئے آپ کی پیدائش حضرت مسیح ناصری سے ۵۶۳ سال قبل ہوئی۔ مہاتما بدھ کو پیدا ہوئے ابھی سات دن ہی ہوئے تھے۔ کہ مہامایا اس دنیا سے کوچ کر گئی۔ اب راجہ کی دوسری بیوی گوتمی نے بچہ کی پرورش کا بوجھ اپنے سر پر لے لیا۔

ابتدائی زندگی

راجہ نے بچے کا نام سدھارتھ رکھا۔ راجکمار فطرتاً سلیم الطبع اور حلیم تھا جب علم سیکھنا شروع کیا۔ تو تھوڑے ہی عرصہ میں اچھی قابلیت حاصل کر لی۔ آپ کو بچپن سے ہی شور و غل سے الگ ہو کر خلوت میں رہنا پسند تھا۔ کبھی کبھی شاہی محل سے بہت دور کسانوں کے گاؤں میں چلے جاتے اور نمودِ زندگی ایسی گہری سوچ بچار میں ڈوب جاتے۔ کہ ساتھی کے بلانے پر بھی کچھ جواب نہ پاتے۔ آہستہ آہستہ دھیان اُن کے لئے بہت ہی پیاری اور مرغوب چیز بن گیا اور انہیں دنیا اور اُس کی لذات سے سرور حاصل ہوتا تھا۔ راجکمار کی اس حالت کو دیکھ کر راجہ بہت متفکر ہوا۔ اور آخر کار شاکیہ خاندان کے چند آدمیوں سے مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ لڑکے کی شادی جلد کر دی جائے۔ تاکہ دنیاوی کاروبار میں اُس کو دلچسپی پیدا ہو۔ چنانچہ مہاتما بدھ کی ۱۹ برس کی عمر میں مہامایا کے بھائی دنڈ پانی کی لڑکی گوپا سے شادی کر دی گئی گوپا عقلمند اور عابدہ تھی۔ سایہ کی طرح اپنے خاوند کی پیروی کرنے والی۔ اُس کی بھلائی کے کام کرنے والی اور سب معاملات میں اُس کی فرمانبردار تھی۔

راجکمار کی جوانی

اب جبکہ راجکمار اپنی جوانی کی عمر میں تھے انہیں محسوس ہوا کہ وہ دن بدن پہلے سے شاہ رہے ہوتے جاتے ہیں۔ مایا کا کبھی نہ ٹوٹنے والا جال اُن کی زمین دل پر بچھ رہا ہے۔ جن کھیلوں اور لہو و لعب کو غم کی طرح خیال کرتے تھے وہی اُن کی خوشی کا باعث بن رہے ہیں تو پھر سنسار سے علیحدہ جگہوں میں بیٹھ کر دھیان کرنا شروع کیا۔ دھیان کی عجیب طاقت سے اُن کی آنکھیں کھل گئیں۔ سنسار کا کشتہ امت ۳ ہست مرغوب ہو گیا۔ آنجہانی نے سمجھ لیا کہ اس دنیا میں سب کچھ ناپائیدار ہے۔ یہ زندگی دو لکڑیوں کو رگڑنے سے پیدا شدہ آگ کی مانند چنگاری کی طرح ہے۔ اس نالی دنیا کے درمیان یقیناً کوئی چیز ہے جس کو پا کر انسان تسکین حاصل کرتا ہے۔ اگر وہ چیز مجھ کو مل جائے تو میں انسانوں کے سامنے ایک نئی روشنی ظاہر کر سکوں گا۔ اگر میں خود آزاد ہو جاؤں تو سب کو نجات کا راستہ دکھا سکوں گا۔

سدھارتھ کو ہمیشہ تفکرات میں غرقاب دیکھ کر گوپا کا دل بھی گھبراتا۔ آخر کار وہ دن آگیا۔ جب سدھارتھ نے گوپا کو بتایا کہ میں جنگل میں رہنا اور نور کی تلاش کرنا۔ آخر کار وہ دن آگیا۔ جب سدھارتھ نے گوپا کو بتایا کہ میں جنگل میں رہنا اور نور کی تلاش کرنا چاہتا ہوں تاکہ میں اس کے نتیجہ میں انسانوں کو آرام پہنچاؤں۔ گوپا کو اس سے سخت تکلیف ہوئی۔ مگر اُس نے اپنے خاوند کے راستہ میں یہ روک بننا پسند نہ کیا اور اُس کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے اپنی زندگی اور سب کچھ قربان کر دیا۔ یہ خبر معلوم کر کے شدھودن کو بہت غم ہوا اور لڑکے کو طرح طرح سے سمجھانے لگے لیکن کسی طرح کامیاب نہ ہوئے

اگر چہ راجکمار کا سنسار کو تیاگ دینا یا جوگی بننا دنیوی زندگی میں گردیدہ نہ ہوئے تھے لیکن وہ ابھی دنیا میں ہی زندگی بسر کرتے تھے۔ آخر کار ایک ناقص بوڑھے اور ایک قریب المرگ بیمار اور مردہ کو دیکھ کر ان کے دل میں دنیا میں رہنے سے بہت بے رغبتی ہو گئی۔ اور اُن کو تو اس بات کی کہ سنسار کو ترک کر دو اور واسنوں کو چھوڑ کر درویشوں کی طرح زندگی بسر کریں۔ اور آہستہ آہستہ اُن کے دل کی بیقراری کا طوفان زیادہ بڑھ گیا۔ اسی اثنا میں گوپا کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ جس پر کپل وستو میں بہت خوشی منائی گئی۔ جب سدھارتھ اپنے باپ کے پاس حاضر ہوئے۔ تو اس نے رو رو کر بیٹے کو سمجھایا۔ کہ وہ دنیا کو نہ چھوڑے۔ سدھارتھ نے بھی رونا شروع کر دیا اور آخر کار باپ سے کہا کہ اگر بڑھاپے، بیماری اور موت سے نجات کا کوئی ذریعہ بیٹھے ہی آپ بتا دیں تو میں گھر نہیں چھوڑوں گا۔ راجہ یہ سن کر اور غمگین ہوا۔ اور جواب دیا کہ مجھ میں یہ طاقت کہاں؟ اس پر بیٹے نے عرض کیا۔ کہ پھر مکت کے دکھ دور کرنے کے لئے یہ زندگی چھوڑنے کی مجھے اجازت دیجئے۔ جب راجہ کی تمام کوششیں بے فائدہ ثابت ہوئیں۔ تو سدھارتھ کا سچائی ڈھونڈنے کی بابت عزم حاصل کرنے کے لئے ایسی مضبوط بیقراری کو دیکھ کر اکلوتے بیٹے کو جنگل میں جانے سے روکنا مناسب نہ سمجھا اور روتے ہوئے غمزدہ دل کے ساتھ درویش ہونے کی اجازت دے دی۔

جب یہ خبر لوگوں کو پہنچی تو شاکیہ خاندان کے لوگوں نے تہیہ کر لیا کہ ہم راجکمار کو ہرگز نہیں جانے دیں گے۔ چنانچہ ان کے بہادر لوگ کوئی ہاتھی پر اور کوئی گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کے چاروں دروازوں پر پہرہ دینے لگے۔ اسی طرح سدھارتھ کی دوسری والدہ گوتمی نے بھی نوکرانیوں کو مقرر کر دیا۔ کہ وہ راجکمار کے سونے کے کمرے کی خبر گیری کریں ان سب احتیاطوں کے باوجود سب نصف رات کے قریب سدھارتھ گھر چھوڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس وقت سب ذکر اور دوسری بیوی تھیں راجکمار آخری دفعہ گوپا اور ننھے بچے کو سوتا دیکھ کر روانہ ہو گئے۔ چھندک نامی ملازم کو بلا کر کہا۔ کہ میرے لئے تیز رو گھوڑا لاؤ۔ چھندک نے پہلے تو سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن گفتگو کے نتیجہ میں خود بھی دنیا چھوڑ کر راجکمار کے ہمراہ جانے کے لئے تیار ہو گیا اور کنتھک نامی تیز رو گھوڑا حاضر کر دیا۔ شہر کے دروازوں کی بجائے کہ جہاں ہر وقت پہرہ دار تھے انہوں نے فصیل کا رخ کیا اور جلدی شہر سے باہر ہو گئے

سدھارتھ مع اپنے ساتھی کے جنوب مشرق کی طرف روانہ ہوئے اور شاکیہ راج سے پار ہو کر کرولیہ راج میں اور پھر کرولیہ راج سے ملّا راج میں داخل ہوا۔ اور جب انوما ندی کے کنارے پر پہنچے تو چھندک کو حکم دیا۔ کہ میرے پہنے ہوئے زیورات اور گھوڑا لے کر تم واپس چلے جاؤ۔ چھندک نے اگرچہ بہت ہی عاجزی سے سنیاسی بن کر ساتھ رہنے کے لئے منت و سماجت کی۔ لیکن سدھارتھ نے اُس کی درخواست کو قبول نہ کیا اور اپنے زیورات چھندک کو دے کر ایک شکاری سے جس کے کپڑے پھٹے پرانے تھے اپنے کپڑے تبدیل کر لئے۔

سدھارتھ کی تحصیل علم اور ریاضتیں

سدھارتھ نے کچھ دن یہاں ٹھہر کر جنوب مشرق کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ اور آہستہ آہستہ ویشالی شہر میں جا پہنچے (یہ مقام پٹنہ کے شمال کی طرف واقع ہے) وہاں ایک بڑے پنڈت سے جس کے تین سو شاگرد تھے تعلیم حاصل کرنا شروع کی اور تھوڑے ہی دنوں میں گرو کی تمام علمیت کو حاصل کر لیا۔ لیکن جس چیز کے لئے دنیا کو چھوڑا تھا وہ نہ ملی۔ اس لئے وہاں سے راج گرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راج گرہ اُس وقت سلطنت مگدھ کا دار الخلافہ تھا۔ وہاں کے راجہ کا نام بمبی سار تھا۔ سدھارتھ نے شہر کے نزدیک ہی پانڈو نامی پہاڑ جسے آجکل رتن گری کہتے ہیں کی ایک غار میں اپنے رہنے کے لئے ایک جگہ مقرر کی۔ وہ صبح سویرے راج گرہ کے دروازے دروازے بھیک مانگنے گئے اور بدقت تمام حاصل کردہ اشیاء کھائیں۔

راجہ بمبی سار کو جب اس نوجوان کا حال واقف سے معلوم ہوا تو وہ چند افسروں اور چند سپاہیوں کو ساتھ لے کر اُن کے پاس گئے اور جب گفتگو سے معلوم ہوا۔ کہ وہ راجہ شدھودن کے بیٹے سدھارتھ ہیں (جن کا حال اُن کو پہلے معلوم تھا۔ اگرچہ ملاقات نہ ہوئی تھی) تو اُن کے متعلق خیال کیا کہ شاید ناراض ہو کر نکل آئے ہیں۔ اس لئے اُن کو اپنی سلطنت میں آرام سے رہنے کے لئے دعوت دی۔ اس پر سدھارتھ نے اپنا سارا حال بیان کیا۔ اور راجہ بمبی سار کی خواہش کو منظور نہ کیا

رام پتر ودرک رشی کی شاگردی

ایک پہاڑ کی غار میں رام پتر ودرک نامی ایک رشی رہتے تھے اور سات سو شاگرد اُن کو شاستر پڑھاتے تھے۔ سدھارتھ نے اُن کی شاگردی اختیار کی۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں اپنے گرو کے برابر ہو گئے۔ تب ودرک نے کہا کہ ہم اور تم دونوں مل کر شاگردوں کو تعلیم دیں۔ لیکن

سدھارتھ نے اُن کی تجویز کو منظور نہ کیا اور ادھر اُدھر پھرنے لگے۔ آخرکار اُرُبلیوا گاؤں (جس کا موجودہ نام اُرائل ہے اور یہ جگہ بُدھ گیا سے ایک میل شرق کی طرف ہے) آ موجود ہوئے۔ اس گاؤں کے پاس نئی انجن ندی آہستہ آہستہ بہتی تھی اس جگہ کو عبادت کے لئے بیٹھنے کے قابل خیال کر کے سدھارتھ یہیں پر روحانی جنگ کرنے لگے اور زندگی کے حقیقی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے سخت ریاضت میں معروف ہوئے اور اسی میں چھ برس گذر گئے۔

کہا جاتا ہے کہ اس عرصہ میں انہوں نے کبھی ایک بیر، کبھی تل اور کبھی چاول کا ایک دانہ کھا کر زندگی کو قائم رکھا۔ اور جب کبھی ریاضت میں بہت محو ہو گئے تو کتنے ہی دن بغیر کھانا کھائے کے گذار دیئے۔ مگر یہ سب کچھ کرنے کے باوجود سدھارتھ کی امید پوری نہ ہوئی۔ اس قدر ریاضت کرنے کے بعد بھی جب وہ بیدار نہ ہو سکے۔ تو یہ بات اُن کی سمجھ میں آ گئی۔ کہ جسم کو اس طرح تکلیف پہنچا کر مقصد پورا نہ ہو گا۔ انہوں نے شروع میں خیال کیا تھا کہ گیروے کپڑے پہن کر سنیاسی کی صورت بنا لینے اور اس طرح جسم کو پورے طور پر اپنی مرضی کے مطابق تصرف میں لانے اور دُکھ دینے سے ہی گیان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔ لیکن اب تجربہ سے معلوم ہُوا۔ کہ دھرم کی خاطر جسم کی جائز حفاظت اور خبرداری کرنا اعلیٰ فرض ہے

سدھارتھ کی ایک اہم رویا سدھارتھ نے اپنے دلی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے پہلے جو طریق اختیار کیا تھا۔ وہ بے سود ثابت ہُوا۔ ایسی حالت میں وہ بہت متفکر ہوئے اُن کے دل و دماغ کی یہ حالت ہو گئی۔ کہ وہ کچھ فیصلہ نہ کر سکتے تھے کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ کبھی واپس گھر جانے کا خیال آیا اور کبھی اُس اعلیٰ مقصد

نکلنے کی فکر کرتے کہ وہ کس طرح حاصل ہو۔ اسی حالت میں تھے کہ ایک دن انہوں نے خواب میں دیکھا کہ دیوراج اندر ہاتھ میں ایک تین تاری ستار لے کر ان کے سامنے آ موجود ہوئے۔ اس کی ایک تار بہت کھنچی ہوئی تھی۔ اس لئے اس سے نہایت کرخت آواز نکلتی تھی۔ اور ایک تار بہت ڈھیلی تھی اس لئے اس سے کچھ آواز نہ نکلتی تھی۔ ایک تیسرا تار ٹھیک اور مناسب طور پر کھنچی ہوئی تھی۔ اس لئے اُس سے سُریلی اور میٹھی آواز نکلی۔ جس نے چاروں طرف میٹھا اور مناسب نظارہ پیدا کر دیا۔ اس خواب کے سمجھتے ہی اُن کے دل ... کی تاریکی دور ہو گئی۔ اور اُن کے دل میں امید کی روشنی نازل ہوئی۔ اور ... اس نتیجہ پر پہنچے کہ ایک طرف حد سے زیادہ جسم کو طرح طرح کی تکلیف

دینا اور فاقہ کشی وغیرہ کرنا اور دوسری طرف دنیوی عیش و عشرت اور جسمانی سُکھوں کا مقدم ہو جانا۔ یہ دونوں ہی راستے ٹھیک نہیں۔ اعتدال اور میانہ روی کا راستہ ہی ٹھیک راستہ ہے

سدھارتھ کو گیان حاصل ہو گیا یہ علم حاصل کرنے کے بعد سدھارتھ نئے جوش کے ساتھ دھیان کرنے لگا۔ آخر کار انہیں ایک گیان ملا۔ کہ اُن کی کوئی جائے پیدائش، نام، گوتر (خاندانی تعلق) ذات، ورن (برہمن وغیرہ چاروں ورنوں میں سے کوئی) جیون اور عمر نہیں۔ اب انہوں نے سمجھ لیا کہ بڑھاپا اور موت شخصیت کی ہستی کے گیان سے پیدا ہوتا ہے۔ جنم مرن کی بنیاد شخصی ہستی کے گیان سے ہے اور ہستی کا گیان جگت کے گیان سے ہوتا ہے

سدھارتھ "بدھ" ہو گئے جو گیان حاصل کرنے کے لئے راج پُتر سنیاسی ہوئے تھے جس گیان کو پانے کے لئے اُنہوں نے سخت تپسیا اور سخت جسمانی ریاضت کی تھی۔ آخر اتنی مدت کے بعد وہ گیان حاصل کر لیا لیکن محض گیان حاصل کر لینے سے انسانی کام نہیں ہو سکتا۔ اس لئے سدھارتھ اب دوگنے جوش کے ساتھ دھیان کرنے لگے دھیان کرتے ہوئے اُن کے دل سے آتم گیان (یعنی اپنی ہستی کا علم) اور وستو گیان (چیزوں کا علم) دور ہو گیا۔ اور اُن کے تمام شکوک اور بے بنیاد وہم مثلاً غلط مذہبی عقائد دور ہو گئے۔ سدھارتھ نے اس طرح نئی زندگی پائی۔ اُن کا جسم مثل مردہ کے بے حس و حرکت ہو گیا۔ اُن کے جسم کی حرکت بند ہو گئی۔ اب اُن کے دل میں کوئی اُمید نہیں۔ ہوس نہیں۔ اُلفت نہیں۔ نفرت نہیں۔ خواہش نہیں۔ لا پرواہی اور غفلت نہیں۔ اور اب وہ اعلیٰ درجہ کی شانتی میں باس کرنے لگے۔

حاصل ہو گئی۔ اب سدھارتھ "بدھ" ہو گئے۔ "بدھ" کے معنے منور کئے گئے ہیں (The Enlightened One) یہ نام آپ کے ماننے والوں کی طرف سے آپ کو بطور عزت دیا جاتا ہے۔

بُدھ مذہب کے بعض احکام مہاتما بدھ کے مذہب کا جزو اعظم خواہشات پر پوری ملکہ حاصل کرنا اور تصرف حاصل کرنا ہے۔ انہوں نے دھرم کا جو راستہ بتایا ہے وہ بجز اس کے کہ اُس میں پاک اخلاقی اصول ہیں۔ اور کچھ بھی نہیں۔ اُن کے خیال میں ضبط نفس، خواہشات پر قابو، خواہشات کا ترک، سچائی، معافی، رحم، نا مُتغیر محبت، کشادہ دلی وغیرہ کے ذریعے ہی روح کا ترقی کرنا خدا کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ تمام اخلاقی تعلیم اور تمثیلوں کے علاوہ "بدھ" نے خاص

طور پر مندرجہ ذیل دس احکام اپنے ماننے والوں کو دیئے ہیں

(۱) کسی جاندار کو مت مارو (۲) کوئی چیز مت لو جب تک کہ تم کو دی نہ جائے (۳) جھوٹ نہ بولو (۴) نشہ دار چیزوں کا استعمال نہ کرو (۵) زناکاری سے پرہیز کرو (۶) شام کے بعد کھانا نہ کھاؤ (۷) پھولوں کی مالا ... اور خوشبودار چیزوں کا استعمال نہ کرو (۸) اگر سونے کی ضرورت ہو تو زمین پر چٹائی بچھا کر سوؤ (۹) ناچ مجرا۔ گانا بجانا اور ناٹک کے تماشوں سے پرہیز کرو (۱۰) سونے چاندی کے استعمال سے پرہیز کرو۔

مہاتما بدھ کی تبلیغ مہاتما بدھ اپنے خیالات کی تبلیغ کرنے کے لئے مختلف مقامات پر گئے اپنے اُستاد رودرک کو نصیحت کرنے کی غرض سے گئے۔ مگر وہ اس وقت تک فوت ہو چکا تھا۔ راجہ بمبی سار کو جا کر وعظ و نصیحت کی۔ بنارس جا کر اپنے خیالات کو پھیلایا۔ اسی طرح بعض اور راجاؤں کو نصیحت کرنے کے لئے گئے۔ اور جب بہت سے لوگ اُن کے ہم خیال ہو گئے۔ تو اپنے شاگردوں کو بھی اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے روانہ کیا۔ جب "بدھ" نے اس نازک وقت میں جبکہ بہت تھوڑے لوگ اُن کے طرفدار اور کثرت سے اُن کے دشمن تھے۔ اور اُن کو نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ نئے جوش کے ساتھ نئے دھرم کی صداقت کا وعظ شروع کیا اور شہر بشہر جانے لگے تو چاروں طرف اُن کا چرچا ہو گیا

باپ بیٹے کی ملاقات جب راجہ شدھودن کو یہ خبر ملی۔ تو اُن کا دل اپنے لڑکے کو دیکھنے کے لئے بہت زیادہ مشتاق ہُوا۔ کپل وستو سے بیٹے

... اُنو کا نہ بدھ اپنے بہت سے شاگردوں کو لے کر کپل وستو کی طرف روانہ ہوئے۔ اُس وقت تک کئی راجاؤں نے بھی بدھ دھرم کو قبول کر لیا تھا۔ بدھ کپل وستو گئے۔ اور وہاں بھیک مانگنی شروع کر دی۔ اُن کے باپ، بیوی اور دوسرے رشتہ داروں کو یہ دیکھ کر سخت رنج ہُوا۔ اس پر بدھ نے اُن کو وعظ و نصیحت کی اور آخر سب نے وعظ سُن کر نئے دھرم پر ایمان قائم کیا۔ گوتمی کے لڑکے نند کی، دوسرے دن شادی تھی۔ گوتم بدھ جب اُس کی ملاقات کو گئے تو اُس کو بھی وعظ کیا۔ اُس پر اُس وعظ کا اس قدر اثر ہُوا کہ اُس نے اُن کے دھرم کو قبول کر کے شادی کرنے سے انکار کر دیا۔

جب ایک دن راج محل میں کھانا کھانے کے لئے گئے۔ گوپا (بدھ کی بیوی) نے اس موقعہ کو مناسب سمجھ کر راہل (بدھ کا بیٹا) کو بیش قیمتی کپڑوں سے آراستہ کر کے اُن کے پاس بھیج دیا۔ اور کہا کہ باپ کے پاس جا کر ترکہ پدری کے لئے درخواست کرو۔ راہل نے باپ کو جا کر کہا کہ آپ کو دیکھ کر مجھے بہت سکھ ہُوا ہے۔ بُدھ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور کھانا کھانے کے بعد نگرودھ جنگل کی طرف چل پڑے۔ راہل بھی اُن کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ جب جنگل پہنچ گئے۔ تو فرمایا کہ اس لڑکے کو اپنا ساتھی بنا لو۔ چنانچہ اُسی وقت راہل کے جو سات سال کا بچہ تھا عمدہ کپڑے اتار لئے گئے۔ سر مونڈ دیا گیا۔ اور رنگدار کپڑے پہنا دیئے گئے

مہاتما بدھ کی وفات کچھ دن کے بعد بدھ راج گرہ کی طرف چلے گئے۔ اور شہر بشہر اپنا کام کرتے رہے۔ جب مہاتما بدھ قریباً ۸۰ برس کے تھے جب اُن کا آخری وقت آ پہنچا۔ ایسے وقت میں آپ نے اپنے شاگردوں کو مخاطب ہو کر کہا۔

"تم ایسا کبھی مت خیال کرو کہ
تمہارا گرو اس دنیا سے چلا گیا اور
اُس کے ساتھ ہی اس کا کام بھی
ختم ہو گیا"
پھر کہا کہ۔
"یہ جسم اور اس کی طاقت اور
اس دنیا کے تمام اسباب ناپائدار
اور فانی ہیں۔ نیکی ہی ایسی چیز ہے
جو ہمیشہ رہے گی"

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئے۔ گویا ہمیشہ کے لئے اُن کی زبان بند ہو گئی۔ رفتہ رفتہ اُن کے ہوش غائب ہو گئے۔ اور اس فانی جسم کو انہوں نے ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا۔ کتب تاریخ میں آپ کی وفات کو ۴۸۳ قبل مسیح قرار دیا گیا ہے۔

امتحان میں نمایاں کامیابی اور درخواست دعا

برادرم ڈاکٹر محمد احمد صاحب عرفانی کاٹھی سیکٹر اعظم جاہی ملز ورنگل کی چھوٹی صاحبزادی سیدہ سلطانہ عرفانی بی۔ ایس۔ سی کے فرسٹ ایر کے امتحان میں خدا کے فضل و کرم سے نہایت اچھے نمبروں کے ساتھ فرسٹ آئی ہے۔ احباب کرام دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ عزیزہ کو اس سال میڈیکل کالج میں داخلہ کا موقعہ عطا فرمائے آمین اور نمایاں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین۔

المخلص یوسف عرفانی الاسدی از بمبئی

اعلان نکاح

مورخہ ۲۰ اپریل ۱۹۶۲ء کو برادرم قریشی سعید احمد صاحب درویش کا نکاح ہمراہ عزیزہ نصیرہ بیگم دختر مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب ... مقیم تلاکور ضلع ... مبلغ سات ... حق مہر پر حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے بعد نماز جمعہ مسجد اقصیٰ میں پڑھا اور مختصر خطبہ کے بعد

آثارِ حضرت کنفیوشس علیہ السلام

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

آج کے فلکیوں نے بعض ایسے ستارے کا بھی انکشاف کیا ہے جس کے متعلق سمجھا جاتا ہے کہ یہ وہ ستارا ہے جسے چینی نسل ہزاروں سال پہلے دریافت کر چکے

کنفیوشس کا ظہور یہ بات ستاروں پر صادق آتی ہو یا نہ ہو مگر یہ صحیح ہے کہ آج سے اڑھائی ہزار سال پہلے "افقِ چین" پر ایک روحانی ستارا طلوع ہوا تھا۔ جسے آج دو ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ اہلِ چین انہیں "کنگ فوزی" کہتے ہیں۔ جس کے معنی "معلم اعظم" کے ہیں اور اہلِ یورپ "کنفیوشس"۔

وہ چین کے اس علاقے میں پیدا ہوئے جس کو آج "شانٹنگ" کہتے ہیں۔ اور جو چین کا شمالی علاقہ ہے۔ ان کی پیدائش ۵۵۱ ق۔م بتائی جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ ان کی پیدائش کے وقت بھی بہت سے خارق عادت امور ظہور میں آئے جیسے موسیقی کی آواز۔ پریوں کی آمد۔ اور خوشبوؤں کی لپک۔

بچپن اور جوانی ان کی پیدائش ایک متمول خاندان میں ہوئی۔ مگر بہت جلد باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اور یہ زمانے کے رحم و کرم پر رہنے لگے کم سنی میں ہی نوکری کی۔ لیکن خود حضرت کنفیوشس کا قول ہے کہ جب میں پندرہ سال کا ہوا تو دل میں ایک تحریک اٹھی اور میں نے ایک عالم بننے کا ارادہ کر لیا۔ حضرت کنفیوشس نے کونسا نصاب تعلیم ختم کیا۔ اس کی کوئی تفصیل ہمارے سامنے نہیں۔ لیکن یہ ضرور معلوم ہے کہ جب وہ چالیس سال کی عمر کو پہونچے تو صرف عالم ہی نہیں بلکہ اہلِ چین کے نجات دہندہ سمجھے جانے لگے۔

اہلِ چین کی اخلاقی حالت اس وقت اہلِ چین کی اخلاقی حالت کیا تھی خود حضرت کنفیوشس نے نہایت جامع الفاظ میں اس کا نقشہ کھینچا ہے وہ کہتے ہیں کہ

آج کل جنید ہستی بدکرداری کا۔
دلدار زود رنجی و آزردگی کا۔
اور ساسہ وحی سکامی کی
نقاب کا نام ہے۔
(ملفوظات)

ان کے زمانے میں ایک ایسا طبقہ بھی تھا جو ما بعد الطبیعاتی امور پر اعتقاد نہیں رکھتا تھا جزا و سزا اور تقدیر کا منکر تھا تعلیم عام نہیں تھی۔ صرف امراء اور جاگیرداروں کے لڑکے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ جاگیردارانہ نظام شباب پر تھا۔ حضرت کنفیوشس کے آثار میں ہمیں ملتا ہے کہ انہوں نے چین میں ایک انقلابی تحریک جاری کی اور اس تحریک کی بنیاد علم کے فروغ اور سماجی۔ سیاسی اور اخلاقی اصلاح پر رکھی۔

ان کے تذکرہ نویس کہتے ہیں کہ انہوں نے جنت اور تقدیر کے مسائل نئے انداز اور عام فہم الفاظ میں پیش کئے۔ تعلیم عام کی۔ شاہی درباروں تک رسائی حاصل کی اور کئی مرتبہ بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوئے مگر بہر کیف یہ کہ انہوں نے وہ ساحت کی مدحت۔ انجام دہی پائی

پنج مقالہ چین کے ادبیات میں "پنج مقالہ" کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہ چینی رسم و روایات اور علوم کا مجموعہ ہے۔ ان پانچ مقالوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ گیتوں کی کتاب۔
۲۔ کتاب تاریخ
۳۔ کتاب رسوم
۴۔ کتاب تاریخ بہار و خزاں
۵۔ کتاب تغیرات

کہتے ہیں کہ حضرت کنفیوشس نے پانچوں مقالوں کی تصحیح کی۔ اور خود بھی اپنی تعلیمات کو ان میں پیش کیا کرتے ہم جب بائیبل کے مجموعہ کو دیکھتے ہیں اور پھر ان پانچوں مقالوں پر غور کرتے ہیں تو حیرت انگیز مشابہت نظر آتی ہے بائیبل میں بھی غزل الغزلات یعنی گیتوں کی کتاب ہے۔ کتاب تاریخ بھی ہے بلکہ بائیبل بھی کی طرح تاریخ پر دو مقالے ہیں۔ پنج تاریخ بہار و خزاں بھی ایک تاریخی مقالہ ہے

پنج مقالہ اور بائیبل دونوں مقالے نام میں مختلف ہوں مگر مضمون کے اعتبار سے بائیبل اور پنج مقالہ کو ہی ارشاد و ہدایت کا ذریعہ بنایا۔ جس طرح انبیاء بنی اسرائیل نے تورات کو۔ اور یہ معلوم رہے کہ "پنج مقالہ" کی طرح "تورات" میں بھی پانچ (۵) کتابیں ہیں انہوں نے اپنی تعلیم کے لئے کسی نئے طبقہ کو نہیں چنا۔ ان کے ساتھ امارت تعلیم میں ملک کے بڑے اور بہت سے لوگ تھے۔ لیکن اکثریت پنج اتمام کے لوگوں کی تھی۔

علم و انسانیت انہوں نے جس چیز پر سب سے زیادہ زور دیا وہ "اشاعتِ علم" اور درس انسانیت تھا۔ ان کے وہ ملفوظات جو میرے سامنے ہیں۔ ان میں زیادہ تر انہیں دو باتوں پر زور دیا گیا ہے۔

ان کا قول ہے کہ سب سے پہلے علم حاصل کرنا چاہیئے۔ انہوں نے انسانیت کے دونوں پہلوؤں یعنی ایجابی و سلبی پہلوؤں پر زور دیا۔

انسانیت کے ایجابی و سلبی پہلو انہوں نے انسانیت کی تعریف دو طریقوں سے کی یعنی یہ کہ

بحب لاخیہ ما یحب لنفسہ۔

یہ انسانیت کا ایجابی پہلو ہے۔ اور سلبی پہلو کے متعلق فرمایا کہ

"ہر چہ بخود روا نہ پسندی بدیگراں مپسند"

شرفا کی علامت ان کا قول ہے کہ شریف آدمی وہ ہے جو اپنے لباس اور غذا سے زیادہ خلق کی فکر کرتا ہے۔ ایک مرتبہ انہوں نے تعلیم یافتہ آدمی کی تعریف ان الفاظ میں کی کہ اس میں حسن اخلاق "خدمت والدین اور بادشاہ کی وفاداری کا جذبہ پایا جاتا ہو۔ وہ انسانی معاشرہ سے جہالت کے ساتھ افلاس سے بھی نجات دلانا چاہتا تھا۔ وہ لوگوں کو خوشحال بنا کر تعلیم یافتہ بنانا چاہتا تھا

باغی و ڈاکو کی تعریف وہ راستی اور سچائی کا معلم تھا۔ ان کا قول ہے کہ اعلیٰ طبقے کے لوگ جو بہادر ہوں مگر سچائی سے خالی ہوں وہ باغی ہو جاتے ہیں۔ اور ادنیٰ قسم کے لوگ جو بہادر ہوں اور سچائی سے خالی ہوں وہ ڈاکو ہو جاتے ہیں۔

وفات ۴۷۹ ق۔م میں حضرت کنفیوشس نے وفات پائی۔ اس وقت تک اہلِ چین آپ کی تعلیمات سے بہت متاثر ہو چکے تھے۔ آپ نے ایک کتاب نہیں لکھی تھی۔ اس کو اتنی قبولیت حاصل ہوئی کہ بہت سے لوگوں نے اسے حفظ کیا۔

ملفوظات کنگ فوزی یکی جنیادہ انہیں ملفوظات دیکھنے ہی کو حاصل ہوئی ان ملفوظات کو ۔ ۔ ۔ ق۔م میں کتابی شکل دی گئی۔ ان ملفوظات کی تشریح و توضیح میں چینی علماء دو تین ہزار قسم کی کتابیں لکھ چکے ہیں ۲۸۰ء میں یہ ملفوظات کوریا کی راہ سے جاپان پہونچے اور جاپانی علم و فکر پر بہت اثر انداز ہوئے۔ جاپانی عالموں نے بھی سینکڑوں کتابیں اس کی شرح و تفصیل میں لکھیں

کنفیوشس کی گمنامی لیکن اس چینی معلم کے ساتھ دنیا نے ایسی بے رخی کی کہ سولہویں صدی عیسوی تک ان کا اور ان کے ملفوظات کا نام چین سے باہر نہ جا سکا سولہویں صدی کے آخر میں یورپ "کنگ فوزی" کے مقام و منصب سے پوری واقف نہ ہو سکا۔ ہیگل نے ان کے فلسفہ کا مذاق اڑایا۔ کسی نے ان کو لامذہب ظاہر کیا۔ اور جس نے ان کو خدا پرست کہا انہوں نے بھی نقطہ مرتبہ ولایت تک پہنچایا لیکن اس عہد میں اللہ تعالیٰ نے گم شدہ صداقتوں کی تلاش کے لئے جس جماعت کو منتخب کیا ہے۔ اس کا اعلان ہے کہ وہ اپنے عہد کے پیغمبر تھے۔ انہوں نے گمرہی اور دہریت کی تاریکی میں نیک روی اور خدا پرستی کا چراغ جلایا۔

ہند و چین چین کا شمار دنیا کے قدیم ممالک میں ہوتا ہے۔ اس کا فلسفہ تہذیب اور ثقافت بھی قدیم ہے۔ ہندوستان سے اس کا تعلق اتنا قدیم اور مستحکم ہے کہ . . . . یہ اسی ملک نے مہاتما گوتم بدھ کی تعلیمات و عقائد کو سرکاری مذہب کے طور پر تسلیم کر لیا۔ لیکن اس کے باوجود دونوں ملکوں کی بے خبری تعجب خیز ہے۔ ہندوستان ابھی تک چینی مشاہیر اور چینی فلسفہ و حکمت کے متعلق بہت کم معلومات حاصل کر سکا ہے۔ اسی لئے روحانیت کا وہ ستارہ جو ساڑھے پانچ سو برس قبل مسیح طلوع ہوا تھا اڑھائی ہزار سال تک ہماری آنکھوں سے اوجھل رہا۔ آج جب افقِ عالم پر پھر اس ستارے کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ ہر شخص اپنی اپنی بصیرت کے مطابق اس روشنی کا اندازہ کر رہا ہے اور یہ اللہ کا حکم ہے کہ ان کا اندازہ لگانے والوں میں جماعت احمدیہ بھی ہے جو آج بھی حضرت کنفیوشس کو اسی مقام پر دیکھتی ہے جس پر اس کو اللہ تعالیٰ نے ڈھائی ہزار سال قبل مبعوث کیا تھا

حضرت کنفیوشس اور جماعت احمدیہ ہمارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ نے لندن کی مذہبی کانفرنس میں اسلام کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے اس بات کا اعلان فرمایا کہ ہم حضرت کنفیوشس کا خدا کے ان برگزیدہ بندوں میں شمار کرتے ہیں۔ جو گاہے بگاہے انوارِ نبوت سے سرفراز ہو کر مخلوق کی رہبری کے لئے جلوہ افروز ہوتے ہیں۔

آج ہر قوم دوسری قوم سے تہذیبی و ثقافتی تعلقات قائم کرنا چاہتی ہے آج یہ ایک عظیم پالیسی سمجھی جاتی ہے۔ ایسے ماحول میں ہم حضرت کنفیوشس کی سیرت بیان کر کے ہند و چین کے تعلقات مستحکم بنانے میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں جو ۔ ۔ ۔

حضرت موسےٰ علیہ السلام

از محترم مکرم جناب قاضی محمد اسلم صاحب کراچی

قرآن شریف اور بائیبل میں جو حالات حضرت موسےٰ علیہ السلام کی سوانح حیات کے متعلق بیان ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ آج سے قریباً ساڑھے تین ہزار سال پہلے مصر میں اس زمانہ میں جبکہ شاہ مصر نے مصریوں کی ریشہ دوانیوں سے متاثر ہو کر یہ حکم دے رکھا تھا کہ اسرائیلی قوم کی لڑکیوں کو چھوڑ دیا جائے اور لڑکوں کو مار دیا جائے۔ ایک اسرائیلی گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ کچھ دیر تو والدین نے اس بچہ کو چھپا کے رکھا۔ آخر حکومت کے افسروں کے ڈر سے کہ مبادا پکڑے نہ جائیں۔ انہوں نے ایک بکس تیار کیا اور اس میں بچہ کو ڈال کر دریا کے سپرد کر دیا۔ قرآن شریف میں آتا ہے (۲۹–۳۸ / ۲۰) کہ خدا نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی کہ تو یوں کر۔ بکس بہتا بہتا دریا کے کنارے پر اُگے ہوئے گھاس پھوس میں ایک جگہ جا کر اٹک گیا۔ وہیں اتفاق سے شاہی خاندان کی ایک لڑکی نہانے کے لئے آئی تھی۔ وہ عورت تھی اور اپنی فطرت سے مجبور ہو کر اور باوجود جاننے کے کہ یہ کوئی اسرائیلی بچہ ہی ہو گا۔ اسے اٹھوا لیا۔ بچہ کے والدین نے اس کی بڑی بہن کو پیچھے پیچھے لگا رکھا تھا کہ دیکھے بچہ کہاں جاتا ہے اور اس کا کیا حشر ہوتا ہے۔ جب مصری شہزادی نے بچہ اٹھوا لیا۔ تو اس نے اپنے مددگاروں سے خواہش ظاہر کی۔ کہ بچہ کی پرورش کا بھی کچھ انتظام ہونا چاہیئے۔ اس پر بچہ کی بہن کو موقعہ مل گیا۔ اس نے آگے ہو کر کہہ دیا کہ پاس ہی ایک گاؤں میں ایک بڑی اچھی دایہ رہتی ہے۔ اگر حکم ہو تو اُسے بلا لایا جائے۔ شہزادی نے یہ تجویز قبول کر لی۔ اور بہن اپنی ماں کو ہی لے آئی۔ اور اس طرح حضرت موسیٰؑ نے اپنی ماں کی گود میں لیکن مصر کے شاہی محل میں پرورش پائی (۲۰/۴)۔ ایسے حالات میں یہ بالکل قرین قیاس ہے۔ کہ بڑے ہوتے ہی آپ کو اپنی اصلیت کا پتہ لگ گیا ہو گا۔ اور آپ کو یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ آپ اسرائیلی ہیں اور خدا تعالےٰ کی قدرت سے کسی طرح بچ نکلے ہیں۔ پھر آپ کو اپنی قوم کی تفصیلی تاریخ کا بھی علم ہو گیا ہو گا۔ اور قوم کی غلامی اور بے بسی دیکھ دیکھ کر آپ کا دل کڑھتا ہو گا۔ ادھر آپ مصریوں میں بھی ایک معروف شخصیت سمجھے جاتے ہوں گے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ قومی ہمدردی کے جذبہ کی وجہ سے آپ مصر بدر کئے [illegible] بھی ہوں گے۔ آپ کی جوانی [illegible] ہے کہ آپ نے ایک مصری کو ایک اسرائیلی پر ظلم کرتے دیکھا (اسرائیلی معمولی مزدوروں کی زندگی بسر کرتے تھے اور اکثر ان میں [illegible]

شاہی عمارتوں کے لئے اینٹیں پاتھنے کا کام بالکل قلیل گذارہ پر کرتے تھے) آپ نے مظلوم کی حمایت میں ظالم کو ایک مُکّا دے مارا۔ اور مُکّا کچھ ایسا لگا کہ ظالم مصری تھوڑی دیر میں بعد مر گیا۔ اور گو آپ شاہی محل میں پرورش پا چکے تھے اور وہیں رہتے تھے لیکن آخر اسرائیلی تھے۔ اس لئے آپ کو یہ خوف ہو گیا کہ آپ کے ساتھ انصاف نہیں کیا جائے گا۔ اور یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ آپ نے ظالم کے مقابلہ میں مظلوم کی حمایت کی ہے۔ اور مُکّا مارنے سے آپ کا ارادہ مار ڈالنے کا نہ تھا۔ بلکہ صرف ظلم کو روکنے کا تھا۔ اس کا مر جانا محض اتفاقی تھا۔ اس لئے آپ نے یہ صورت اختیار کی کہ آپ بحیرہ قلزم کے مشرق کی طرف علاقہ مدین میں چلے گئے (۲۱–۱۴ / ۲۸) مدین میں آپ کو عجیب واقعہ پیش آیا۔ آپ کو ہمیشہ خدا کی طرف توجہ رہتی تھی اور کوئی تعجب کی بات نہ ہو گی۔ اگر یہ سمجھا جائے کہ جوانی کی عمر سے آپ کو خدا تعالےٰ کی طرف سے کسی نہ کسی رنگ میں ہدایات آنی شروع ہو گئی ہوں۔ اور یہ مدین والا سفر بھی کسی الٰہی اشارہ کے باعث ہی ہوا ہو۔ مدین میں آپ ایک دفعہ ایک چشمہ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ بہت سے لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے ہیں۔ اور ان سے الگ دو لڑکیاں اپنی بکریاں لئے کھڑی ہیں۔ گویا اس جھگڑے اور ہجوم کی وجہ سے آگے نہیں بڑھ سکتیں کہ وہ بھی اپنی بکریوں کو پانی پلائیں۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کو ان سے ہمدردی ہوئی آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو اور یہاں تمہارا کیا کام ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ہمارا باپ بہت بوڑھا ہے اور خود کام نہیں کر سکتا اسلئے ہم اس کی بجائے کام کرتی ہیں۔ اور یہ آدمی جب تک ہٹیں نہ ہم اپنی باری نہیں لے سکتیں۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اپنے رعب سے آدمیوں کو ہٹایا۔ اور لڑکیوں نے بھی اپنے جانوروں کو پانی پلا لیا۔ اس پر وہ چلی گئیں۔ گھر جا کر ذکر کیا ہو گا۔ باپ کو اس نوجوان کے اخلاق بہت پسند آئے۔ اور اس نے ایک لڑکی کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ وہ نوجوان آ کر مل جائے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام اس شیخ کبیر مدین کے رئیس سے جو کہ نام "جیتھرو" تھا مل چکے تھے۔ اور وہ اس ملاقات سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ادھر حضرت موسےٰ نے دعا کی کہ اگر ہو سکے تو میری شادی ہو جائے ادھر جیتھرو نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنی ایک لڑکی اس صالح اور بہادر نوجوان

سے بیاہ دے گا۔ اس نے حضرت موسےٰ سے اس بات کا ذکر بھی کر دیا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے قبول کر لیا۔ شرط یہ ٹھہری کہ حضرت موسےٰ آٹھ سال اور اگر ہو سکے تو دس سال ان کی بکریاں چرائیں اور ان کے زمیندارہ کام میں مدد دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بات مان لی۔ بوڑھے بزرگ نے شاید آپ کا امتحان لینا تھا اور آپ کی لیاقت اور آپ کے کیریکٹر کو پوری طرح دیکھنا تھا۔ بہرحال حضرت موسےٰ علیہ السلام اس امتحان میں پورے اُترے۔ آپ کی شادی ہو گئی۔ اور دس سال مصر سے باہر رہنے کے بعد آپ واپس مصر تشریف لے گئے۔ (۲۹–۲۲ / ۲۸) واپسی پر راستہ میں آپ کو آگ کی ضرورت ہوئی۔ ایک طرف آپ کو آگ نظر آئی۔ چنانچہ آپ اپنے اہل کو چھوڑ کر آگ کی طرف چل پڑے۔ جب وہاں پہنچے تو آپ پر خدا تعالےٰ نے یہ وحی نازل کی۔ فرمایا:-

اِنِّیْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ وَ اَنَا اخْتَرْتُكَ ...... وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ (۱۲–۱۴ / ۲۰)

آپ کو کشفی رنگ میں یہ بتایا گیا کہ آپ کو دو خاص معجزے دیئے جائیں گے ایک یہ کہ ضرورت اور وقت پر آپ کا سونٹا سانپ بن جایا کرے گا۔ اور دوسرا یہ کہ آپ کا ہاتھ روشنی سے چمک پڑے گا۔ آپ کو خدا تعالےٰ نے یہ حکم دیا کہ آپ فرعون مصر کے پاس جا کر بنی اسرائیل کی خلاصی کے لئے کوشش کریں۔ اس پر آپ نے خدا تعالےٰ سے دعا کی کہ وہ آپ کے سینہ کو کھول دے اور آپ کو ملکہ تقریر بخشے اور ایک ساتھی کے لئے بھی خدا تعالےٰ سے درخواست کی۔ اور عرض کی کہ میرے بھائی ہارون کو ساتھ کر دیا جائے (۲۵–۳۵ / ۲۰) خدا تعالےٰ نے یہ سب کچھ قبول کیا اور آپ اور حضرت ہارون فرعون مصر کے دربار میں تشریف لے گئے۔ اور وہاں قوم اسرائیل کی خلاصی کے لئے گفت و شنید کی بہت لمبی چوڑی بحث ہوئی۔ اور اس بحث میں حضرت موسےٰ علیہ السلام نے فرعون کو نرمی سے سمجھایا کہ آپ خدا تعالےٰ کے نبی ہیں۔ اور فرعون کے لئے اچھا ہو گا کہ آپ کی بات مان لے۔ اور پہلے جو کچھ خدا تعالےٰ کے نبیوں سے سرکشی کرنے والوں کا حال ہوتا رہا ہے۔ وہ سنا کر فرعون کو ڈرایا بھی۔ لیکن فرعون انکار پر مصر رہا۔ بلکہ مقابلہ میں اپنی ہمہ دانی اور طاقت کا دعویٰ کرتا رہا (۵۵–۴۹ / ۲۰)

اس موقعہ پر حضرت موسےٰ پر خفیہ ایمان لانے والا فرعون مصر کا ایک درباری حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے بحث میں حصہ لیتا رہا (۴۵–۲۸ / ۴۰) فرعون نے نشانات کا مطالبہ کیا۔ ہر مامور کے زمانہ میں نشانات کا مطالبہ ہوتا رہا ہے۔ اس مطالبہ کے نتیجے میں حیلہ سازی ہوتی ہے۔ اور نشان دیکھ لینے کے بعد بھی انکار پر اصرار ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دونوں نشان یعنی سونٹے کا سانپ بننا اور ید بیضا یعنی ہاتھ کا روشن ہو جانا دکھائے (۷/۱۰۸)۔ فرعون نے مقابلہ میں اپنے جادوگر اور شعبدہ باز جمع کروائے۔ لیکن ان کی شعبدہ بازیاں حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ میں بالکل نہ چلیں (۱۲۰–۱۱۲ / ۷) بلکہ وہ شعبدہ باز خود مرعوب ہو گئے اور ایمان لائے۔ لیکن فرعون ذرا بھی نرم نہ ہوا۔ اس کے بعد خدا تعالےٰ نے کئی نشانات دکھائے۔ عذاب آئے۔ لیکن نو دفعہ (۱۷/۱۰۱) عذاب دیکھنے کے باوجود۔ فرعون نے اپنی سرکشی میں اور اپنی سختیوں میں کوئی کمی نہ کی۔ ہر عذاب کے موقعہ پر حضرت موسےٰ سے فرعون کہتا کہ اس دفعہ دعا کر کے عذاب ٹلا دو۔ اس کے بعد میں مان لوں گا۔ لیکن عذاب ٹل جانے کے بعد وہ پھر انکار کر دیتا (۱۳۵–۱۳۲ / ۷) اس پر حضرت موسےٰ نے اپنی قوم کو صبر کی تلقین کی۔ اور خدا کے حضور گرنے اور اس سے دعائیں مانگنے کی طرف ان کو متوجہ کیا (۷/۱۲۸ و ۱۰/۸۵) ایک عرصہ تک صبر سے تمام سختیاں برداشت کیں۔ آخر خدا تعالےٰ نے حکم دیا۔ کہ آپ اپنی قوم کو لے کر مصر سے نکل پڑیں۔ گویا ہجرت کا حکم آ گیا۔ یہ عظیم الشان ہجرت جس کے بعد بنی اسرائیل کی گویا کایا ہی پلٹ گئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک زبردست مشابہت ظاہر کرتی ہے۔ اور اس میں یہ بھی گُر انکشاف پایا جاتا ہے کہ خدا تعالےٰ کے نزدیک جابر حکومتوں کے مقابلہ کا آخری علاج یہ نہیں کہ ان کے ماتحت رہ کر ان کے قانونوں کو توڑا جائے۔ بلکہ جب سب حیلے ناکام ہو چکیں۔ تو پھر مومن اور خدا پرست انسان کے لئے یہی چارہ ہے کہ وہ اس حکومت کو چھوڑ کر کہیں باہر چلا جائے۔ "الخ"

گو ہے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی ہجرت میں ہی خدا نے بنی اسرائیل کی خلاصی اور ان کے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے سامان رکھ دیئے تھے۔ بنی اسرائیل کی ہجرت سے فرعون اور اس کی حکومت کے لئے ایک زبردست اقتصادی نقصان تھا۔ کیونکہ اتنی سستی مزدوری کا بندوبست وہ اور کسی صورت سے نہیں کر سکتا تھا۔ پھر اس کے رعب اور دبدبہ کو

بھی نقصان تھا۔ بہرحال آپ اپنی قوم کو لے کر نکل کھڑے ہوئے۔ فرعون نے ایک طرح سے آپ کو اجازت بھی دیدی تھی لیکن بعد میں اُس نے آپ کو روکنا چاہا۔ اور آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام جب بحیرہ قلزم کے اس حصہ کے پاس پہونچے جو اب سویز کی تنگ نہر کے ذریعہ بحیرہ روم کے ساتھ ملا دیا گیا ہے۔ تو خدا تعالےٰ کی قدرت کا عجیب کرشمہ نظر آیا وہ سمندر میں جذر کا وقت تھا جبکہ سمندر کا پانی پیچھے ہٹ چکا تھا پس آپ اپنے آدمیوں اور سر سامان سمیت گزرنا شروع ہو گئے اور اس طرح پار نکل گئے۔ فرعون اور اس کے لشکر بھی آ پہونچے اور وہ بھی سمندر کو خشک پا کر داخل ہو گئے۔ لیکن وہ راستہ میں ہی تھے کہ سمندر میں جذر کا وقت جاتا رہا اور مد شروع ہو گیا چنانچہ وہ سب کے سب غرق ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ فرعون کی لاش دستیاب ہو گئی۔ اور اس کو اُس وقت کی دوائیاں وغیرہ لگا کر محفوظ کر لیا گیا۔ اس زمانہ میں مصر میں جو پرانے آثار کی کھوج کی گئی۔ تو حضرت موسےٰ والے فرعون کی لاش بھی ان میں نکل آئی۔ اور اب وہ بھی قاہرہ کے عجائبات میں شامل ہے۔ قرآن شریف کی صداقت کا یہ ایک زبردست ثبوت ہے۔ کیونکہ قرآن شریف (سورۂ یونس) میں آتا ہے کہ ہم تیرے ...... (یعنی فرعون موسےٰ کے) بدن کو بچا لیں گے۔ اب صدیوں بعد فرعون کی لاش کا نکل آنا حیرت میں ڈالنے والی بات نہیں تو اور کیا ہے؟

پار نکلنے کے بعد حضرت موسےٰ علیہ السلام اپنی قوم کو ایک جگہ ٹھہرا کر چالیس دنوں تک کے لئے کوہ طور کی خلوت میں چلے گئے۔ اور یہاں پہ شریعت کے احکام نازل ہوئے (استثنا)

آپ نے اپنی قوم سے وادی مقدس کی طرف مارچ کرنے کو کہا۔ لیکن آپ کی قوم قربانیوں کی تاب نہ لا سکی۔ اور نیز اس وقت جبکہ خدا کا وعدہ پورا ہونے والا تھا۔ اس نے آگے چلنے سے انکار کر دیا۔ اس پہ چالیس سال تک آپ کی قوم سرگردان پھرتی رہی اور اس پہ خدا تعالےٰ نے آپ کو بتایا کہ آئندہ وہی شریعت بنی اسرائیل میں نہیں رہے گی۔ بلکہ ان سے چھین کر ان کے بھائیوں یعنی بنی اسمٰعیل کو دیدی جائے گی۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں (استثنا میں سے ستے ......) کے بعد فوت ہو گئے۔

(اردو ترجمہ)

حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر

از مکرم گیانی عبد اللطیف صاحب قادیان

شری گورو نانک دیو جی مہاراج کا جنم ایسے سمے میں ہوا۔ جبکہ لوگوں کے مذہبی، اخلاقی، سماجی اور عملی جیون پر بہت سے دکھاوے۔ ریاکاری اور تنزل کے بادل چھا چکے تھے۔ شری گورو نانک جی مہاراج نے خود ہی اپنے زمانہ کا نقشہ ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے

"شرم دھرم دوئے چھپ کھلوئے
کوڑ پھرے پردھان وے لالو"
قاضیاں بہمناں کی گل تھکی
عقد پڑھے شیطان وے لالو"
(رباب بانی)

"کل کاتی راجے قصائی
دھرم پنکھ کر اوڈریا
کوڑ اماوس سچ چندرما
دیسے ناہیں کہہ چڑھیا
ہوں بھال وِکُنی ہوئی
وچ ہنیرے راہ نہ کوئی
کہہ نانک کیہ بدھ گت ہوئی" (محلہ)

سو ایسے حالات میں نانک دیو جی مہاراج کا پرکاش ہونا ایک قدرتی امر تھا آپ نے اپنے جنم لینے کے بعد تن من اور دھن سے ان بگڑے ہوئے حالات کو سدھارنے کے انتھک جتن کئے۔

(۲)

خدا کے اس ولی پاکباز اور الٰہی عشق میں مخمور انسان نے سب سے پہلے انسان کی توجہ کو خدائی طاقتوں اسکی قدرتوں اور شکتیوں کی طرف پھیرا اور اسے متنبہ کیا کہ اگر تو اسی طرح بدیوں۔ گناہوں اور اخلاقی گراوٹوں میں جو تیرے زندگی کا حقیقی مقصد نہیں بڑھتا چلا گیا تو ایسی سرب شکتیمان ہستی آج بھی موجود ہے کہ تجھے تیری اپنی ہی کرتوتوں پہ تباہ و برباد کر دینے کی طاقت رکھتی ہے۔ اس میں آج تیری ان طاقتوں کو جن پر تو اتراتا اور گھمنڈ کرتا ہے ملیا میٹ کرنے کی قوت موجود ہے۔ خدا کے ان بندوں کو جنکو تو نفرت اور گھرنا کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور انہیں انسانی دائرہ میں بھی شامل کرنے کیلئے تیار نہیں۔ انہیں تخت شاہی پہ بٹھانے نیز بڑی بڑی طاقتیں اور حکومتیں بخش سکتا ہے، اس لئے اے انسان! تجھے پھونک پھونک کر قدم اُٹھانے اور اپنی زندگی کے اصل مقصد کو سمجھنے کی ضرورت ہے یہ ایک اٹل سچائی ہے کہ انسان خدائی طاقتوں اور قدرتوں کو بھلا کر ہی گناہ کرنے پر دلیری کر سکتا ہے اگر انسان کو اس بات کا علم ہو جائے کہ میرے ساتھ ایک احکم الحاکمین کی طاقتور حکومت بھی موجود ہے تو اس کا ہاتھ کبھی بھی پاپ کی طرف بڑھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ سو شری گورو نانک دیو جی مہاراج نے بھی انسان کو ایک زندہ قدرتوں اور طاقتوں والے خدا کی طرف متوجہ کیا۔ جیسا کہ آپ کا فرمان ہے۔

سبھاں پایاں، بیرگاں، کہیا نا انہاں کہوائیگا
لکھ وکھان تینہاں اس کھوائے راہ چلا سے لٰہ
زیاں پیہ ٹیبے دکھائے تعلیس کرسے اسگاہ
کبیر اتھاپ کیا تساں لسکر کرسے سراہ

اسکے علاوہ آپ نے اس عقیدہ کو بھی سرے سے غلط قرار دیا کہ خدا اس زمانہ میں کسی انسان کے ساتھ ہمکلام نہیں ہوتا۔ وہ اگر بولتا تھا تو زمانہ ماضی میں۔ اگر دعاؤں کو سنتا تھا تو بھی زمانہ گذشتہ میں۔ آج نہ وہ کسی کی دعا کو سنتا اور نہ ہی اپنی زندگی کا ثبوت دینے کے لئے کسی کو اپنی ہمکلامی کا شرف بخشتا ہے آپ نے بڑے زوردار الفاظ میں اسی بات کا ڈنکے کی چوٹ اعلان فرمایا کہ اسی سرشٹی کا داتا اور سرجنہار آج بھی اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا اور اطمینان قلب کے لئے ان کے ساتھ ہمکلام ہو کر اپنی زندگی کا ثبوت ان کو مہیا فرماتا ہے۔ جیسا کہ آپ کا فرمان ہے

جیسی میں آوے خصم کی بانی
تیسڑا کری گیان وے لالو
کہ اے بھائی لالو! میرے اوپر میرے مالک پروردگار کا کلام نازل ہوتا ہے اس میں بعض مستقبل کے بارہ میں پیشگوئیاں بھی ہوتی ہیں۔ جنکا گیان انسان کو دیگر ذرائع سے ہونا محال ہے۔

اسی طرح شری بابا نانک دیو جی مہاراج نے ایسے خدا کو پیش کیا کہ جب انسان اس کو دریافت کرتا اور اس کے حضور عجز و فروتنی کے ساتھ دعاؤں میں مشغول ہوتا ہے تو وہ اس کی دعاؤں کو سنتا اور شرف قبولیت بخشتا ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:۔

ست سنتو کہ ہوئے ارداس
تاں سن سد بہا لے پاس
یعنی اگر سچے دل کے ساتھ صبر اور باقاعدگی مدنظر رکھتے ہوئے خدا کے حضور ارداس گذاری جائے تو وہ ایسے بندہ کی آواز کو سنکر اپنی بارگاہ میں بلا کر اس کی مشکلات کو محبت اور پریم سے سنتا اور اس کو دلی شانتی بخشتا ہے

غرضیکہ ست گورو جی مہاراج نے جو جگت جہان کام کیا وہ یہی تھا کہ وہ ایک زندہ بولنے اور دعاؤں کے سننے والے ایشور سے انسان کو مطلع فرمایا۔ کیونکہ اسکے بغیر نہ تو انسان گناہوں اور پاپوں سے مکت ہو سکتا تھا اور نہ ہی اسے بھٹکتے ہوئے من کو شانتی پراپت ہو سکتی تھی۔

(۳)

ہم جب آپکی پاکیزہ زندگی پہ نظر ڈالتے ہیں تو اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہو جاتے ہیں کہ آپکی زندگی کا مدعا صرف اور صرف خداوند کریم کا عشق اور اس کی محبت میں مخمور رہنا تھا۔ آپ کو اس پریم اور الٰہی محبت کی خماری کی خاطر گھربار۔ وطن اور والدین کو بھی خیر باد کہنا پڑا۔ اور بڑے بڑے خطرناک سفروں کو اختیار کرنا پڑا۔ دنیاوی تنعم کی راہیں آپ کو ہرگز پسند نہ آئیں۔ آپ سفروں میں گڑگڑا کر بیتا کے حضور دعاؤں میں مشغول رہے۔ جن کا ماحصل یہ تھا کہ اے خدا میں تجھ سے صرف تیری ہی ذات کا خواہشمند ہوں۔ اگر تو نے میری خبرگیری نہ کی تو میں فنا ہو جاؤنگا۔ جیسا کہ آپ نے اپنے حقیقی مقصد کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

آکھاں جیواں وسرے مر جاؤں
آکھن اوکھا سا چا ناؤں
سا چے نام کی لاگے بھوکھ
اُت بھوکھے کھائے چلئے دکھ
(صفحہ ۹۹)

یعنی جب تک میں خدا کے گن گاتا رہتا ہوں اپنے اندر زندگی محسوس کرتا ہوں اس کے بغیر تو مجھے موت نظر آتی ہے۔ اے خدا میں تو صرف اس بات کا آرزومند ہوں کہ تیرے عشق محبت اور پریم کی ہی مجھے بھوک لگے۔ کیونکہ ایسی بھوک ہی میرے دکھوں کا واحد علاج ہے۔

جب آپ اس پریم خماری میں مخمور رہتے تھے تو لوگوں نے آپ کو مریض سمجھ کر ڈاکٹروں ویدوں سے مشورے لینے شروع کر دیئے۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ میرا مرض تو لاعلاج ہے۔ میں جس بیماری میں مبتلا ہو چکا ہوں اس کی تشخیص ان دنیا دار ڈاکٹروں کے بس کا روگ نہیں۔ کیونکہ یہ طبیب تو خود بے شمار مرضوں کا شکار ہو چکے ہیں اور مجھے رات دن یہ چنتا لگی رہتی ہے کہ کس طرح ان کو ان مرضوں سے نجات دلائی جا سکتی ہے جب آپ کو کسی وید کے پاس تشخیص کے لئے لے جایا گیا تو آپ نے اس کو یہ حیران کن جواب دیا

وید بلایا ویدگی پکڑ ڈھنڈھولے باہنہ
بھولا وید نہ جانئی کرک کلیجے ماہنہ

آپ بھی نے رو رو کر اور عجز و فروتنی کے ساتھ ان سفروں میں خدا کے حضور دعائیں کیں جن کا ماحصل صرف یہ تھا کہ اے خدا مجھے اپنی محبت اور پیار کا شربت پلا اور اس ناچیز بندہ کو اپنی درگاہ میں قبول فرما۔ آپ نے دنیا سے بے نیازی اختیار کر کے اسی قسم کی دعا یہی بارگاہ الٰہی میں کیں ...... کرتا تو میرا نجات ہے

آپ دکھاہو تو بیہ مانگو
دیجئے اپنا نام
(م-۱ صفحہ ۱۳۲۹)

(۱) قربان جاؤں داتا دان مت پورا
ہم تمہارے بھکاری جیو
میں کیا مانگوں کچھ تھرنہ رہائی
ہر دیجئے پیاری نام جیو
(ملار م ۱ صفحہ ۷۰۵)

(۲) جیت سمندر بھر پائے اگن ہار
ویکھو جھ بھرایا درشن
ڈبد سے پتھر تارے
(م-۱ صفحہ ۱۵۶)

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے آپ کے ان سفروں کا تذکرہ ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

پھر آخر کو نکلا وہ دیوانہ وار
نہ دیکھے بیاباں نہ دیکھے پہار
اتار اپنے مونڈھوں سے دنیا کا بار
طلب میں سفر کر لیا اختیار
خدا کے لئے ہو گیا دردمند
تنعم کی راہیں نہ آئیں پسند
محبت کی تھی سینہ میں اک تفش
لئے پھرتی تھی اس کو دل کی تپش
پرندے بھی آرام کر لیتے ہیں
مجانین بھی یہ کام کر لیتے ہیں
مگر وہ تو اک دم نہ کرتا قرار
ادا کر دیا عشق کا کاروبار
سفر میں وہ رو رو کے کرتا دعا
کہ اے میرے کرتار مشکل کشا
میں عاجز ہوں کچھ بھی نہیں خاک ہوں
مگر تیری درگاہ پاک ہوں
کرم کر کے وہ راہ اپنی دکھا
کہ جس میں ہے ہر لحظہ تیری رضا
(در ثمین اردو)

پس ست گورو نانک دیو جی مہاراج کی ان درد بھری اور سوز و گداز سے پُر دعاؤں کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا وند عالم نے آپ کو غیب دوارہ اپنے درشن دیئے اور اپنی ہمکلامی کے ذریعہ آپ کے دل کو مطمئن کیا اور اشانتی کو شانتی میں بدل ڈالا۔ جب آپ نے اپنے پیھو سیفہ دوارہ درشن کئے تو آپ نے یا گئے پر اسلئے ترجیح دی تا کہ آپ کو اپنے کرتار سے ہمیشہ کے لئے ہی ایک مکتا حاصل ہوتی رہے۔ آپ ہرگز اپنے اس خدا سے جُدا ہونا نہ چاہتے تھے جسکے وصال کی آپ نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ اسجگہ آپ کے اس سفنے کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ ہمیں آپ کے اس عشق و محبت کا اندازہ ہو سکے جو آپ کو اپنے خدا سے تھی۔ آپ نے اپنے سفنے کا ذکر ان میں موہنے اور سندر الفاظ کے ذریعہ کیا ہے:-

سچے آئیا بھی گیا
میں چل بھریا روئے
آئے نہ ملاں تجھ کو پیارے
چھیج نہ سکاں کو سے
آدرسبھاگی نیند ڈیئے
مت شاہ ملیا ہوئے
نے صاحب کی بات جے آکھے
کہہ نانک کیا دیجے
سر و ڈھے کر بھی دیجے
بن سر سیو کریجے
(م-۱ صفحہ ۵۵۸)

غرضیکہ آپ نے جس خدا سے اپنی لو لگائی اسی کے ساتھ آپ کی ذات بابرکات کا عجیب قسم کا تعلق۔ محبت اور عشق تھا آپ ایک سیکنڈ کی جدائی بھی اس سے گوارا نہ کر سکتے تھے۔

۴- خدمت خلق کا جذبہ

بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں خدا کی مخلوق کی خدمت کا جذبہ بھی لا انتہا تھا بچپن میں باپ نے بیوپار کی خاطر رقم دی تو آپ نے اس رقم کو خدا کے بندوں کی بھوک دور کرنے پر صرف کر دیا۔ پھر سلطان پور آپ کو مودی خانہ میں ملازم کروایا گیا تو آپ ان شبدوں کے ساتھ کمانے خدا میں تیرا ہوں اور بیندے بھی تیرے ہیں۔ میں ان کی بھوک اور تکلیف نہیں دیکھ سکتا سارا کا سارا اناج غریبوں اور مسکینوں کے حوالہ کر دیا۔ آپ نے اپنے لئے کوئی دولت۔ سرمایہ یا دھن اکٹھا نہ کیا۔ بلکہ تمام جیون فقرو فاقہ کی خدمت میں گذارا۔

۵- ایکتا کیلئے جتن

شری گورو نانک دیو جی مہاراج کے زمانہ میں ہندو مسلم نفاق نے ایک گھناؤنی صورت اختیار کر لی تھی۔ یہ دونوں قومیں ایک دوسرے سے گھرنا اور نفرت کرنا گویا مذہب کا ایک حصہ سمجھنے لگ گئی تھیں نہ ایک دوسرے کے مذہب کی خوبیوں کا اعتراف تھا اور نہ ہی ایک دوسرے کے مذہبی پیشواؤں کو عزت کے الفاظ سے یاد کیا جاتا۔ آپ نے اس نفاق اور دوری کو دور کر کے دونوں قوموں کو ایک دوسرے کے گلے لگانے کی کوشش کی۔ وہ تعریف اور بیان سے باہر ہے۔ سب سے پہلے آپنے خدا کی وحدانیت کو پیش کیا۔ کیونکہ وحدانیت کے بغیر انسانوں میں یکجہتی اور یگانگت کا پیدا ہونا ممکن نہیں۔ آپنے اپنے مخاطبین کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ جس طرح اس سرشٹی کا پالنہار اپنے تمام بندوں کے ساتھ محبت اور ہمدردی کا سلوک کرتا اور ان سے نہایت ہی مہربانی اور شفقت سے پیش آتا ہے۔ ویسے ہی ہم کو بھی خدا کے بندوں کے ساتھ محبت بھرا بیوہار کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ہم سب ایک ہی پتا کی سنتان ہیں۔ ہمارا یہ دوسرا دھرم کو آپس میں نفرت اور گھرنا کرنے نہ دیکھ کر کبھی اپنی سرا جا کی نگاہ پھر نہیں ڈال سکتا۔ آپنے

"ایکس پتا ایکس کے ہم بالک"

میں حضرت بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کہ الخلق عیال اللہ کا مفہوم پیش کیا۔ اور پھر عملی طور پر آپ نے مسلمان بزرگوں سے روحانی فیض حاصل کرنے کے ساتھ انہیں بڑے ہی پریم بھرے الفاظ سے یاد فرمایا۔ کیونکہ مسلمانوں کے دلوں کو جیتنے اور ان کے دلوں میں ہندوؤں کیلئے پیار پیدا کرنے کا یہی راہ حقیقی تھا

اسی طرح آپ نے دیکھا کہ مسلمانوں میں بہتیرے نیک اور پارسا بندے موجود ہیں تو آپ نے ان بزرگوں سے مل کر روحانی لذت پائی اور فرید ثانی جیسے بزرگ انسان کو آپ نے بہن کے خطاب سے نواز کر یہ بتایا کہ مسلمانوں اور سکھوں کا رشتہ بھائی بہن جیسا ہے جس طرح ایک بہن ہمیشہ کے لئے ایک بھائی مستقل طور پر ایک دوسرے سے نفرت نہیں کر سکتے۔ اسی طرح ایک سکھ اور مسلمان کے دل میں بھی ایک دوسرے کے متعلق ہمیشہ کیلئے گھرنا گونہیں کر سکتی۔ آپ جب شیخ فرید جی کو ملے تو آپ نے یہ شبد اچارن کیا:-

آوہ بھینیں گل ملہ انک سہیڑیا
مل کر سے کہانیاں سمرتھ کنت کیاہ
چلے صاحب سب گن اوگن سب اساہ

آج یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ شری بابا جی فرید کو بہن کہہ کر کس قدر لطف و سرور حاصل کرتے ہونگے۔ یہ ایک عجیب حیرت انگیز نظارہ ہے۔

بھائی مردانہ نے آپ کے ساتھ خطرناک سے خطرناک سفر کئے اور آپ ہمیشہ مردانہ کو بھائی کہہ کر انکو اپنے پیار ستکار اور محبت سے نوازا۔

اسی طرح آپ سینکڑوں مسلمانوں پیروں سے ملکر ان کی طرف پیار محبت کا ہاتھ بڑھایا اور ان کے دل میں بھی ہندو بھائیوں کیلئے پیار کے جذبات پیدا کئے ـــــ بابا نانک زندہ باد!۔

تبصرہ

اصحاب احمدؑ جلد دہم

اور

تابعین اصحاب احمدؑ جلد اوّل

از حضرت ملک محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ

یہ دونوں مفید اور ایمان افروز کتابیں میرے مطالعہ میں آئیں۔ اللہ تعالیٰ مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے کو جزائے خیر دے جو یہ تاریخی کام بڑی محنت سے سرانجام دے رہے ہیں۔

میں احباب جماعت احمدیہ میں پُرجوش تحریک کرتا ہوں کہ ان کتب کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ خصوصاً پاکستانی احباب) تا کہ اس سے اگلا جمع شدہ مواد شائع ہو سکے۔ ملک صاحب کے پاس بہت سا ذخیرہ جمع ہے جو محض مالی تنگی کی وجہ سے رکا پڑا ہے۔ ہر علاقے ضلع اور تحصیل کے اصحاب و تابعین خصوصاً دیہات کے افراد کے حالات قلمبند ہونے چاہئیں۔ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب آف ہوتی مردان نے اسکی بہترین مثال پیش کی ہے اور ایک مجموعہ سرحد کے بارے میں اپنے خرچ پر شائع کیا ہے اسلئے ہماری اولادیں اور رشتہ دار مرکز احمدیت سے وابستہ رہیں گے یا رکھے جا سکیں گے۔

قیمت اصحاب احمدؑ جلد دہم ۴½ روپے
تابعین اول دوم فی ڈیڑھ روپیہ علاوہ محصولڈاک)
ملنے کا پتہ :- مینیجر اصحاب احمد دار المسیح قادیان

درخواست دعا

میری اہلیہ کی طبیعت کچھ عرصہ سے علیل ہے نیز کھانسی کی شدید تکلیف ہے۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تمام تکالیف کو رفع فرمائے آمین۔ خاکسار عبد العلیم درویش قادیان

احمدیہ بکڈپو قادیان کی ملکیت کے متعلق ضروری اعلان

احمدیہ بک ڈپو قادیان پہلے صدر انجمن احمدیہ قادیان کی ملکیت تھا۔ لیکن یکم ۶۱ء سے صدر انجمن احمدیہ نے احمدیہ بکڈپو کا جملہ اسٹاک کتب مکرم عبد العظیم صاحب درویش تاجر کتب کے پاس فروخت کر دیا تھا۔ لہذا بذریعہ اعلان ہذا تمام احباب کو اطلاع دی جاتی ہے کہ مذکورہ بالا تاریخ سے مکرم عبد العظیم صاحب احمدیہ بکڈپو کے مالک۔ مختارہ پروپرائٹر ہیں۔ اب صدر انجمن احمدیہ کا کسی صیغہ کا احمدیہ بکڈپو قادیان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہیں رہا۔ اور نہ انجمن کا کوئی صیغہ ان کے ساتھ لین دین کے کسی معاملہ میں کسی امر کا ذمہ دار ہے۔ لین دین کے تعلق میں براہ راست عبد العظیم صاحب تاجر کتب سے معاملہ طے کیا کریں۔ اور آئندہ انجمن کے صیغہ جات کو اسبارہ میں نہ لکھا جاوے

ناظر اعلیٰ قادیان

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

از مکرم مولوی عبد القادر صاحب دہلوی مولوی فاضل معاون ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بیت اللحم میں حضرت مریم کے بطن سے معجزانہ طور پر بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی زندگی ایک چھوٹی سی بستی ناصرہ میں گزری۔ باوجود معجزانہ اور بن باپ پیدائش کے آپ کی زندگی میں آپ کو حضرت مریم کے خاوند یوسف نجار کی طرف منسوب کیا جاتا رہا۔ آپ کی والدہ جو ایک راسخ العقیدہ اور مخلص یہودیہ تھیں نے آپ کی تربیت پورے طور پر یہودی قوانین و رسومات کے ماتحت کی۔ آپ کی زندگی کے حالات نئے عہدنامہ کی چار کتابوں متی اور لوقا میں زیادہ تفصیل سے مذکور ہیں۔

آپ کی عمر تیس سال کی ہوئی اُس وقت حضرت یحییٰ علیہ السلام جو آپ کے خالہ زاد بھائی تھے نے مذہبی [illegible] حانی احیاء کی ایک تحریک شروع کی تھی۔ جب عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے مسیح ہونے کا دعویٰ پیش کیا تو آپ کو قوم بنی اسرائیل نے اس بنا پر جھٹلا دیا کہ مسیح کی آمد سے پہلے ایلیا نبی کا جو بقول بعض آسمان پر جا چکا ہے واپس لوٹنا ضروری ہے۔ لیکن یہ آپ کے مخالفین کی ناسمجھی اور مذہبی استعارات سے ناواقفی تھی۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے منکرین پر یہ واضح کیا کہ یہ ایک مذہبی استعارہ ہے۔ اور حضرت یحییٰ جو آپ سے پہلے مبعوث ہو چکے ہیں۔ اپنی صفات اور خو بُو کے اعتبار سے ایک نبی کے قائم مقام اور مثیل ہیں۔ اور آپ کا اُن کی بعثت کے بعد ظاہر ہونا کسی سابقہ پیشگوئی کے خلاف نہیں۔

جب آپ نے وعظ و نصیحت کا کام شروع کیا اور تائید الٰہی سے بعض [illegible] دکھائے تو کثرت سے لوگ آپ کے معتقد اور ارادت میں آ گئے۔ یہود آپ کی کامیابی کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے اب یہودی، فقیہی اور فریسی جو انبیاء کی روحانی گدی پر قابض تھے یہ برداشت نہ کر سکتے تھے کہ یہ گدی اُن سے چھن کر کسی اور شخص کے پاس چلی جائے۔ لہٰذا انہوں نے ان پر روم کی حکومت کے خلاف بغاوت کا الزام لگا کر پیلاطوس کی عدالت میں آپ کو پیش کیا اور پھانسی کی سزا کا حکم حاصل کیا۔ صلیب کی سزا دینے سے اُن کا یہ بھی مقصد تھا کہ یہودی روایات کے مطابق اس کو ملعون ثابت کریں۔ اور چونکہ ملعون شخص خدا کا مقرب اور نبی نہیں ہو سکتا اس طرح اس حیلے سے انہوں نے آپ کو نعوذ باللہ جھوٹا ثابت کرنا چاہا۔

عیسائی حضرات کے نزدیک بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر فوت ہوئے اور ملعون بھی ہوئے۔ لیکن ان کا عقیدہ ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے نہ تھے بلکہ دنیا کے لوگوں کے گناہوں کے کفارہ کے طور پر ہوئے۔ ان دونوں خیالات کے مقابل پر احمدی مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ صلیب پر چڑھائے گئے لیکن زندہ ہی اُتار لئے گئے۔ آپ کو زخموں کو علاج سے جب شفا ہوگئی۔ تو آپ اپنے مشن کی تکمیل کے لئے جو بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو تبلیغ کرنے سے پورا ہونا تھا فلسطین سے نکل کر عراق۔ ایران۔ افغانستان ہوتے ہوئے کشمیر آ گئے۔ جہاں بنی اسرائیل کے کئی قبیلے آباد تھے۔ اسی طرح لمبی سیاحت سے آپ مسیح بھی کہلائے۔ اور یہاں پر بڑی لمبی عمر پا کر ۱۲۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ انجیل مقدس کی بعض آیات سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ آپ صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ اولاً اس موقعہ پر آپ نہایت درد اور عاجزی سے نکلی ہوئی دعا کہ ایلی ایلی ما سبقتنی اور موت کا پیالہ ٹلا دینے کی درخواست ایسی نہ تھی جو خدائی قانون کے ماتحت رد کی جاتی۔ پھر آپ کا یہ فرمانا کہ جو لوگ معجزہ طلب کرتے ہیں ان کو سوائے یونس نبی کے معجزہ کے اور کوئی معجزہ نہیں دکھایا جائے گا بھی ثابت کرتا ہے کہ جس طرح یونس نبی تین دن اور تین رات مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہے۔ اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی تین دن اور تین رات زندہ ہی قبر میں جو مچھلی کے پیٹ کے مشابہ تھی رہنا تھا جو اسی صورت میں درست ہو سکتا تھا کہ آپ صلیب سے زندہ اتارے جا کر مکان نما قبر میں داخل کئے جاتے۔

بہرحال عقلی۔ نقلی اور تاریخی شواہد سے اس امر کے متعلق بہت سے دلائل مہیا ہوتے ہیں کہ آپ کی وفات صلیب پر نہیں ہوئی۔ بلکہ آپ لمبی عمر پا کر کشمیر میں طبعی موت مرے۔

آپ کی تعلیم میں نمایاں پہلو عفو کا ہے جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حالات اور خاص تقاضوں کے ماتحت جو سخت تعلیم دی تھی نتیجۃً کچھ عرصہ بعد بنی اسرائیل بہت درشت۔ سخت گیر اور کینہ پرور بن گئے۔ اور ان میں نرمی۔ ملائمت اور عفو و درگذر کا نام تک نہ رہا۔ خدا تعالیٰ نے اس برائی اور سختی کو دور کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ عفو اور درگذر کی تعلیم دی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی تمہارے دائیں گال پر تھپڑ مارے تو بایاں گال بھی آگے کر دے۔ اگر کوئی میل بیگار لے جائے تو دو میل ساتھ چلا جا۔ اسی طرح اگر کوئی کرتہ مانگے تو چوغا بھی ساتھ دے۔

یہ تعلیم اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے حالات کے عین مطابق تھی۔ لیکن اس کو عالمگیر نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ بسا اوقات ایک شریر النفس اپنی شرانگیزی اور ظلم میں اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ اس پر نرمی عفو اور درگذر کوئی اثر نہیں کر سکتا اور اس کے ظلم کا مقابلہ نہ کرنا ظلم کو بڑھانے اور مظلوموں اور نیک لوگوں کو تباہ کرنے کا باعث بنتا ہے اس لئے ایسے مواقع پر جبکہ حالات کے تقاضا اور فطرت انسانی کے میلانات کی وجہ سے مقابلہ کرنا اور ظلم کو مٹانا ضروری ہو جاتا ہے۔ ایسی تعلیم کام نہیں دے سکتی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس مذہب کی بنیاد ڈالی وہ اگرچہ ایشیا یعنی فلسطین سے شروع ہوا۔ لیکن اس کی ترقی اور وسعت زیادہ تر مغربی ممالک میں ہوئی۔ اور آج بھی مغربی ممالک ہی اس مذہب کی نمائندگی مشرق میں بھی کر رہے ہیں۔ اور ایشیا۔ اور افریقہ کے ممالک میں زیادہ تر عیسائی تبلیغی مشن امریکہ اور برطانیہ وغیرہ کے ہی قائم شدہ ہیں۔

عیسائیوں کی مقدس کتاب بائبل ہے جس میں انتالیس کتابیں پرانے عہدنامہ کی شامل ہیں۔ اور ستائیس کتب نئے عہدنامہ کی ہیں۔ نئے عہدنامہ میں اگرچہ حضرت مسیح علیہ السلام اور آپ کے ابتدائی شاگردوں کے حالات، تجربات اور تعلیمات ملتی ہیں۔ لیکن یہ آپ کے یا آپ کے حواریوں کے زمانہ کے وقت ضبط تحریر میں نہیں آیا۔ بلکہ بعد میں لکھا گیا ہے اور زمانہ مابعد میں بھی اس کے تراجم میں بہت سی تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے عین حیات میں جو وعظ و نصیحت اور تعلیم لوگوں کے سامنے پیش کی۔ اس کا مشہور نمونہ اُس وعظ میں پایا جاتا ہے جو "پہاڑی وعظ" کے نام سے موسوم ہے۔ اگرچہ اس زمانہ میں عوام کی توجہ کو جذب کرنے کے لئے اس وعظ و نصیحت نے بہت کام کیا۔ لیکن نئے مذہبی محققین و مفکرین نئے زاویہ ہائے نگاہ سے اس میں بہت سی خامیاں پاتے ہیں۔

آپ کا یہ بھی دستور تھا کہ اپنے مواعظ میں تمثیلوں سے گفتگو فرماتے تھے۔ چنانچہ یونس نبی کی تمثیل کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ ان ہی تمثیلات کی روشنی میں آپ کے ان معجزات اور نشانات بھی بیماریوں کو اچھا کرنے اور پاگلوں کو ہوش و حواس بخشنے اور کوڑھیوں کو صحیح و سالم کرنے اور مردوں کو زندہ کرنے کے رنگ میں مذکور ہیں سمجھنا چاہیئے۔ در اصل یہ سب روحانی استعارات اور تمثیلات تھیں۔ ورنہ خدا کے انبیاء ایلو پیتھک۔ ہومیو پیتھک وغیرہ طریق علاج کی مہارت پیدا کرنے کے لئے مبعوث نہیں ہوتے۔

آجکل کی عیسائی دنیا کا اکثر حصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا قرار دیتا ہے۔ یہودی جو آپ کے منکر و دشمن ہیں۔ آپ کو اور آپ کی پیدائش کو مشکوک اور آپ کو ناراستباز خیال کرتے ہیں۔ مسلمان آپ کو خدا کا پیغمبر۔ راستباز اور خدا کے احکام پر عمل کرنے اور کرانے والا خیال کرتے ہیں۔

جن لوگوں کا ایمان آپ کی الوہیت پر ہے وہ بھی یہ یقین کرتے ہیں کہ آپ کی زندگی میں آپ کے وجود میں ایسے علامات نشانات نظر آتے جو آپ کی انسانیت کا ثبوت تھے۔ مثلاً جب آپ سفر اختیار کرتے اور آپ کو تھکاوٹ محسوس ہوتی۔ گرمی کی شدت میں آپ پیاس محسوس کرتے آپ کھاتے پیتے اور سوتے تکالیف و مصائب میں آپ کے آنسو بھی جاری ہو جاتے تھے آپ دوسرے انسانوں سے رشتہ تعلقات بھی رکھتے۔ آپ میں حب الوطنی کا جذبہ بھی قانون نیچر کے گوناگوں مثلاً پھول۔ گھاس۔ پرندے موسمی تغیرات سے بھی لطف اندوز ہوتے۔ آپ کا یہ قول کہ:-

"لومڑیوں کے لئے بھٹ اور پرندوں کے لئے گھونسلے مگر ابن آدم کے سر چھپانے کے لئے کوئی جگہ نہیں"۔ نیز یہ قول کہ کوئی نبی بے عزت نہیں ہوتا مگر اپنے وطن میں آپ کے خلاف اُس مخالفت کا آئینہ دار ہے جو آپ کے زمانہ میں آپ کی قوم نے کی بیشک یہود نے آپ کو صلیب پر چڑھا کر اور آپ کے خلاف ذلیل ترین الزام تراشی کر کے یہ سمجھ لیا کہ انہوں نے آپ کو اور آپ کے مشن کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا۔ لیکن خدا تعالیٰ کا ازلی قانون کہ

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ

آپ کے ماننے والوں کے حق میں پورا ہوا۔ اور آپ کو بعد میں عظیم الشان ترقی حاصل ہوئی۔ خدا تعالیٰ کی سلامتی اُس کے پاک مسیح پر ۔

——— [illegible] ———

آثار حضرت زرتشت علیہ السلام

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن ۔ بمبئی

عظمت ایران

سرزمین ایران کے سینے میں تہذیب و تمدن کے بہت سے دفینے پوشیدہ ہیں ایک وطن پرست شاعر یعنی "فردوسی" نے جب ایران کی شان میں قصیدہ خوانی شروع کی تو ساٹھ ہزار اشعار اس کے نوک قلم سے نکل گئے ۔ اس نے ایرانی بہادروں کا بہت ولولہ انگیز پیرائے میں ذکر کیا ہے۔ ایران کو علم، تہذیب اور ترقی کی بلند ترین چوٹی پر چڑھانے کی کوشش کی ہے ۔ مگر "فردوسی" کے اس "شاہنامے" سے ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ایران کی تہذیب و شائستگی میں خدا کے فرستادوں کا کتنا حصہ ہے۔

آہورمزدہ

لیکن جب ہم پانچ سو برس قبل مسیح کے ایران کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو وہاں دو تہذیبوں کا تصادم نظر آتا ہے ۔ ایک بچوسی تہذیب ہے اور دوسری "آہورمزدہ" کے ماننے والوں کی تہذیب ہے ۔ انہیں دو تہذیبوں کے نام پر "شہنشاہ دارا" کے عہد میں ایک زبردست خانہ جنگی برپا ہوتی ہے ۔ اس میں دارا کامیاب ہوتا ہے

دارا کا کتبہ

شہنشاہ دارا نے اپنے مشہور کتبہ "کتبہ بے ستون" میں صاف لکھا ہے کہ ہر جگہ کامیابی محض "آہورمزدہ" کے فضل سے حاصل ہوئی ہے

سائرس یا ذوالقرنین

اس جگہ یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ شہنشاہ دارا" سائرس بادشاہ کا جانشین تھا۔ جنہیں قرآن مجید نے "ذوالقرنین" کے لقب سے یاد کیا ہے ۔ حضرت ذوالقرنین کی وفات کے آٹھ سال بعد دارا ان کے تاج و تخت کا وارث قرار دیا گیا۔

سائرس کی بزرگی و خداپرستی!

سائرس بادشاہ کی نیکی، عدل و انصاف اور مقبول خلائق ہونے کی شہادت قرآن مجید کے علاوہ تمام تذکرہ نویسوں نے دی ہے ۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے بھی "تفسیر کبیر" میں یہ شہادت نقل فرمائی ہے ۔

[illegible] یہ بھی ثابت ہے کہ سائرس بادشاہ "آہورمزدہ" کے پرستار تھے اور یہ مسلم ہے کہ "آہورمزدہ" دین زرتشت کا خدا ہے ۔ یعنی حضرت زرتشت علیہ السلام کی اصطلاح میں خدا کو "آہورمزدہ" کہتے ہیں ۔

ان قرائن سے ظاہر ہے کہ ایران میں سائرس یا دارا بادشاہ کے ذریعہ جس تہذیب نے فروغ پایا وہ حضرت زرتشت کی لائی ہوئی تہذیب تھا ۔

چھ سو سال قبل مسیح

دنیا کی مذہبی تاریخ میں پانچ چھ سو سال قبل مسیح کا زمانہ بڑا اہم زمانہ معلوم ہوتا ہے ۔ اسی زمانے میں تین بڑے بڑے مفکر و مصلح دنیا کے تین ملکوں میں نمودار ہوتے ہیں ۔ ہندوستان میں مہاتما گوتم بدھ چین میں حضرت کنفیوشس اور ایران میں حضرت زرتشت علیہم السلام

ظہور زرتشت

حضرت زرتشت کا ظہور لگ بھگ چھ سو برس قبل مسیح ہوا ۔ ایران کا شمال مغربی علاقہ اس نور سے نوازا گیا ۔ ان کے تذکرے میں آتا ہے کہ انہوں نے حضرت دانیال علیہ السلام کا زمانہ پایا تھا ۔ بلکہ وہی ان کی راہ سلوک کے مرشد تھے ۔

زرتشت تاریخ کی نظر میں

جس طرح ایران نے زرتشت اعظم کے وجود سے مستفید ہو کر ایک نئی تہذیب کی بنیاد ڈالی ۔ بلکہ ایک نئی دنیا کا خالق کہلایا ۔ اس کا تقاضا تھا کہ حضرت زرتشت کی زندگی کے تمام گوشے جلی حروف سے لکھے جاتے مگر معلوم نہیں کہ ایران پر کون سی افتاد پڑی کہ بہت حد تک ان کے آثار ایران سے مٹ گئے ۔ اور آج ہمیں ان کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے سائرس و دارا جیسے بادشاہوں کا سہارا لینا پڑتا ہے ۔ ہندوستان میں ایسا ہی معاملہ مہاتما گوتم بدھ کے ساتھ پیش آیا ۔ کہ آج ہم انہیں اشوک اعظم کے ذریعہ پہچانتے ہیں ۔ اگرچہ یہ نیلوں بادشاہ بزرگ نبیوں کے متبع [illegible] اور اس قابل ہیں کہ آج ان [illegible] سالک رحمۃ اللہ علیہ کہا جا [illegible] تاریخ عالم میں ان کو نمایاں جگہ ملنے کی وجہ یہ نہیں کہ وہ نبی کے متبع تھے ۔ بلکہ تاریخ نے ان کے نام فاتح اور حکمران کے طور پر محفوظ رکھے ہیں ۔ دنیا کا دستور یہ ہے کہ وہ انسان جو پُرامن انقلاب برپا کرتا ہے ۔ خیالات، عقائد اور معاشرے کی اصلاح کر کے بنی نوع انسان کی غیر فانی خدمات انجام دے جاتا ہے ۔ اس کو دنیا جلد فراموش کر دیتی ہے ۔ لیکن جو آبادی کو ویرانے اور شہر کو کھنڈر میں تبدیل کر دیتا ہے ۔ دنیا انہیں یاد رکھتی ہے ۔ اور مستقبل کا مورخ انہیں کے آثار و سوانح پر اپنی تحقیقات کی بنیاد رکھتا ہے ۔

آج ہمیں حضرت کنفیوشس ۔ زرتشت اور گوتم بدھ کے حالات و تعلیمات کی تحقیق میں جو دشواریاں پیش آتی ہیں ۔ ان کی وجہ یہی ہے ۔

زرتشتی تعلیمات

حضرت زرتشت نے اپنی قوم کو خدائے واحد کی پرستش کی دعوت دی ۔ لیکن جب ساسانیوں کے دور حکومت میں زرتشتی تعلیمات کی از سر نو تدوین ہوئی تو توحید کی جگہ ثنویت نے لے لی ۔ اور مظاہر قدرت کی پرستش کو نمایاں جگہ دی گئی ۔

زرتشتیوں کی تعداد

اس میں کوئی شک نہیں کہ اور ادیان کی طرح "دین زرتشت" میں بھی انسانی اخلاق کے متعلق اعلیٰ تعلیم دی گئی ہے مگر افسوس یہ کہ یہ دین تبلیغی نہیں ۔ آج کوئی غیر زرتشتی ان کا دین قبول کر کے "آتش کدے" کا ممبر نہیں بن سکتا ۔ ہندوستان میں پیروان زرتشت کی تعداد تین چار لاکھ کے اندر محدود ہے ۔ اور دن بدن ان کی تعداد گھٹتی ہی جا رہی ہے ۔ اگر خدانخواستہ بعض فراموش شدہ قوموں کی طرح یہ قوم بھی گمنامی کی چکی میں پس گئی تو یہ تاریخ کا ایک زبردست المیہ ہوگا ۔

بدھ ازم کا غلبہ

پیروان زرتشت کو یہی گزری تھی کہ دین زرتشت پر بدھ ازم غالب آگیا ۔ ایران سے جب مسلمانوں کے تعلقات قائم ہوئے تو ایران پر بدھ ازم کا غلبہ تھا ۔ جا بجا بڑے بڑے بُت بنے ہوئے تھے ۔ بہت سے نامور ایرانی مفکر جو مسلمان ہوئے وہ پہلے بدھ ازم کے ماننے والے تھے ۔

زرتشتی اقلیت کا وجود

لیکن اس کے باوجود آج دنیا میں یکتا مذہبی اقلیت کا وجود جو شاید دنیا بھر میں سب سے چھوٹی اقلیت ہے اسباب کا ثبوت ہے کہ حضرت زرتشت کا نام خود ایک مستقل صداقت ہے یہ نام قرآن مجید کے بیان کی رو سے اس معیار پر پورا اترتا ہے کہ ناما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض

لیکن جو لوگوں کے لئے نفع بخش ہے وہ زمین ٹھہر جاتا ہے

دین زرتشت کی تعلیم

حضرت زرتشت کے قبضہ کے وہ آثار جو ابھی تک باقی ہیں جیسے شہنشاہ دارا کا وہ کتبہ جو کتبہ بے ستون کے نام سے مشہور ہے وہ اس سلسلہ کا مویدہے اس کتبہ کی عبارت یہ ہے:-

"خدائے برتر "آہورمزدہ" ہے
اسی نے زمین پیدا کی ۔ اسی نے
آسمان بنایا ۔ اسی نے انسان کی
سعادت بنائی ۔ اور وہی ہے
جس نے دارا کو بہتوں کا تنہا
حکمران و آئین ساز بنایا ۔
دارا اعلان کرتا ہے کہ "آہور
مزدہ" نے اپنے فضل سے مجھے
بادشاہت دی ۔ اور اسی کے
فضل سے میں نے زمین میں امن
و امان قائم کیا ۔ میں آہورمزدہ"
سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے میرے
خاندان کو اور ان تمام ملکوں
کو محفوظ رکھے ۔ اے "آہور
مزدہ" میری دعا قبول کر ۔
اے انسان تیرے لئے
"آہورمزدہ" کا یہ حکم ہے کہ
برائی کا دھیان نہ کر صراط مستقیم
نہ چھوڑ ۔ گناہ سے بچتا رہ"

(ترجمان القرآن از مولانا آزاد)

کتبہ مذکور کی اس عبارت سے شہنشاہ دارا کے عقائد کا مرقع سامنے آجاتا ہے یہ تحریر ہم کو حضرت زرتشت کی حقیقی تعلیم سے روشناس کرتی ہے ۔

زرتشتی سلسلے میں "شہنشاہ دارا" کو وہی مقام حاصل ہے جو سلسلہ گوتم بدھ میں اشوک اعظم کو ۔

زرتشتیوں کی ہندوستان کی طرف ہجرت

ہندوستان میں حضرت زرتشت کے ماننے والے ایک ہزار سال سے پُرامن و منظم زندگی گزار رہے ہیں ۔ یہ لوگ ساتویں صدی عیسوی میں ایران سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے ۔ اس وقت ایران پر مسلمانوں کے حملے ہو رہے تھے ۔ یہ ان حملوں کی تاب نہ لا کر ترک وطن پر مجبور ہوئے جہاں یہ قوم ایک ہزار سال سے اپنی قومی خصوصیت کے ساتھ زندگی بسر کر رہی ہے

لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ "ہند و ایران" جو صدیوں سے آپس میں تہذیب و ثقافت اور ادب و فلسفے کا تبادلہ کرتا آ رہا ہے اس میں ہندوستانی زرتشتیوں نے کیا حصہ لیا انہوں نے ہندوستان میں اپنے مذہب کی کوئی اشاعت نہیں کی ۔ نہ آتش کدے اور شمشان رکھنے کی جگہ کسی غیر زرتشتی کو جانے کی اجازت دی ۔ ہند و ایران کے تعلقات کی بنیاد تمام تر سیاست پر ہے ۔ اگر ہم روحانیت کی بنیاد پر بھی یہ تعلق استوار کرنا چاہیں تو دونوں ملکوں کے درمیان

آثار ایسے ہیں جن سے جماعت احمدیہ کو خاص تعلق ہے۔ ایک تو پارسیوں کے صحیفے میں بار بار ایک ایسی عبارت کا آنا جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا ترجمہ ہے میں نے خود کتب خانہ سالار جنگ میوزیم حیدر آباد میں ایک ضخیم قلمی کتاب دیکھی۔ اس کا نام ہے "نو ترتیب ... در نظم و نثر" اس کتاب کے ہر باب کی ابتداء اس عبارت سے ہوتی ہے

بنام ایزد بخشائندہ بخشائش

گر مہربان دادگر

پھر جماعت احمدیہ خدا داد بصیرت کے مطابق یہ اعتقاد رکھتی ہے کہ حضرت زرتشت کے آثار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور کی پیشگوئی بھی کی گئی ہے۔ اس لئے ہم "یوم پیشوایان مذاہب" کے موقع پر حضرت زرتشت علیہ السلام کے آگے نذر عقیدت پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں تا روحانی پیشواؤں کا قدر و منزلت قائم ہو۔ اقوام عالم کے درمیان "اتحاد و یکجہتی" کا جذبہ پیدا ہو۔ اور ہند و ایران کے تعلقات میں اور استحکام و پائداری آجائے۔

حضرت شری کرشن علیہ السلام

(بقیہ صفحہ نمبر ۱۰)

آپ کی سوانح حیات میں ایک اور واقعہ مشہور ہے۔ ایک دفعہ دریودھن کے گھر کی پوری کچوڑی اور خوب خوش ذائقہ کھانا پسند نہ فرمایا بلکہ بدور کے گھر کا ساگ اور خشک موٹی روٹی کو قبول فرمایا۔ اس سے آپ کی فراخدلی اور غرباء پروری کا اندازہ آسانی سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کس طرح غرباء سے محبت و پریم سے پیش آتے تھے۔ آپ کا فرمان ہے کہ جس کے دل میں پریم نہیں اور جس کے دل میں بھگتی نہیں اس کے ڈھیروں ڈھیر سامان کو میں دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ اُس کی بھینٹ (نذر) کو قبول کروں۔ میرا دل محبت و پریم کے صرف ایک پان سے رجھ جاتا ہے۔

حضرت شری کرشن علیہ السلام میں قوتِ برداشت کمال تک پہونچی ہوئی تھی۔ انہیں اپنے مشن کے پرچار کرنے میں بڑی بڑی روکیں پیش آئیں مگر جو خدا کا پردا لگایا جاتا ہے۔ وہ بہرحال ترقی کر کے تناور درخت بنتا ہے۔ البتہ آپ کی جماعت کا حال ہوا کہ باوجود دروکاوٹوں کے وہ ترقی کر گئی۔ ششو پال نے ایک دفعہ آپ پر گالیوں کی بوچھاڑ کی آپ خاموشی سے سنتے رہے اور کچھ جواب نہ دیا۔ اور صبر سے برداشت کرتے رہے مگر جب سے تجاوز کرنا بھی خطرہ کا موجب ہوتا ہے۔ جب آپ نے دیکھا کہ اب پاپ کا پیالہ لبریز ہوگیا ہے تو آپ نے ایک ہی سو درشن چکر سے اُسے نشٹ کر دیا

غرضیکہ حضرت شری کرشن نے اپنی تعلیم اور نمونہ کے ذریعہ دنیا میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا۔ خدا تعالیٰ کے زندہ وجود کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور بھٹکی ہوئی دنیا کو راہ راست پر لے آئے۔ ہر ایک انسان کو ایک بات کا خطرہ رہتا ہے کہ میرے بعد میرے گھر والے یا میرے پیرو کار کس راستے پر گامزن ہوں گے کہیں وہ اپنے اصل مارگ سے بھٹک نہ جائیں۔ مگر خدا تعالیٰ کے مرسل اپنے پیروؤں کو یقین دلا کر دنیا سے جاتے ہیں۔ یہ قاعدہ ہے کہ نبیوں کی وفات کے ایک عرصہ بعد لوگ اُن کی تعلیم سے دور چلے جاتے ہیں۔ سچائی اُٹھ جاتی ہے کذب زوروں پر ہو جاتا ہے۔ پھر رحمت الٰہی جوش میں آتی ہے۔ اور وہ خدا دنیا کو راہِ راست پر لانے کے لئے اپنا کوئی بندہ دنیا میں مبعوث فرماتا ہے۔ جو اُس کی بھٹکی ہوئی دنیا کو ایک جھنڈے کے نیچے اکٹھا کر دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت شری کرشن علیہ السلام نے اپنی گیتا میں اپنے دوبارہ جنم دھارن کے متعلق ان الفاظ میں پیشگوئی فرمائی ہے:-

यदा यदा हि धर्मस्य ग्लानिर्भवति भारत।
अभ्युत्थानमधर्मस्य तदात्मानं सृजाम्यहम्॥
परित्राणाय साधूनां विनाशाय च दुष्कृताम्।
धर्मसंस्थापनार्थाय सम्भवामि युगे युगे॥

ترجمہ:- یعنی جب کبھی دھرم کا ناس ہونے لگتا ہے اور ادھرم کی زیادتی ہونے لگتی ہے تب میں اوتار دھارن کیا کرتا ہوں۔

کیا اس زمانہ میں دھرم کی ہانی نہیں ہو رہی؟ اور کیا ادھرم کی زیادتی نہیں ہو رہی؟ اگر اس کا جواب ہاں میں ہے تو پھر شری کرشن کو آ جانا چاہئے۔

ساری دنیا زبان حال سے حضرت شری کرشن کا بڑی بیتابی سے انتظار کر رہی ہے کیونکہ ان کے آنے کی تمام علامتیں پوری ہو چکی ہیں۔

اس جگہ اس بات کا بیان کر دینا بے جا نہ ہوگا کہ احمدی نقطہ نگاہ سے گیتا میں مذکور دو شنکر کرشن جی مہاراج کے وعدہ کے مطابق خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کی اصلاح کے لئے حضرت کرشن جی جیسا ان ہی کے اوصاف میں ایک مقدس انسان کو بھیج دیا جو قادیان کی مقدس بستی میں پیدا ہوا اور اس نے نہایت بلند آواز سے سب دنیا کو اپنی طرف بلایا اور کہا:-

"ملاحظہ ہو کہ راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے درحقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا جس کی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی اور اوتار میں نہیں پائی جاتی اور اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا جس کی تعلیم کو پیچھے سے بہت باتوں میں بگاڑ دیا گیا۔ وہ خدا کی محبت سے پُر تھا۔ ... آخری زمانہ میں اس کا بروز یعنی اوتار پیدا کرے سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پورا ہوا مجھے منجملہ اور الہاموں کے اپنی نسبت ایک یہ بھی الہام ہوا تھا:

اے کرشن رودر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے۔

سو میں کرشن سے محبت کرتا ہوں کیونکہ میں اس کا مظہر ہوں۔"

(دیکھو سیالکوٹ لیکچر ۱۹۰۴ء)

مبارک ہیں وہ جو خدا تعالیٰ کی آواز کو سنیں اور حسب وعدہ اس زمانہ میں ظاہر ہونے والے اوتار کو قبول کر کے روحانی زندگی حاصل کریں۔

ضروری اعلان

بندہ آجکل مسیحیت کے متعلق ایک رسالہ لکھ رہا ہے جس میں مسیحیوں کے آجکل کے نئے اور پرانے اعتراضات کا جواب دینے کی کوشش کی جائے گی۔ احباب کرام سے دعا کی درخواست ہے جن دوستوں کے پاس کوئی مسیحی اردو انگلش عربی رسالہ یا اخبار یا کتاب یا کوئی نیا سوال ہو وہ مجھے مہربانی کر کے بھیج دیں۔ قیمتی کتاب بعد مطالعہ واپس کی جائے گی۔ زیادہ ضرورت مجھے سوالات کی ہے جو آجکل مسیحی لوگ اسلام اور احمدیت کے متعلق کرتے ہیں نیز ایسے حوالوں کی بھی ضرورت ہے جن میں بانی اسلام اور اسلام اور قرآن پاک اور احمدیت کا ذکر ہو۔ خواہ کسی مذہب کی کسی تازہ کتاب یا رسالہ اخبار میں ہو۔ اللہ تعالیٰ تمام جماعت کو حق کے قبول کرنے کی توفیق بخشے۔

تابعدار

حاجی محمد ابراہیم خلیل عفی اللہ عنہ

از بشیر آباد (ڈاکخانہ ...) سندھ

ضلع حیدر آباد سندھ۔

درخواست ہائے دعا

۱۔ میرے بھتیجے عزیز نصیر احمد اور برادران نسبتی وسیم الدین و حفیظ الرحمٰن امتحان دینے والے ہیں۔ ان کی نمایاں کامیابی کے لئے نیز قمر صاحب کی صحت اور مالی حالت کی بہتری کے لئے احباب دعا فرمائیں۔ نیز میرا تبادلہ ہونے والا ہے بہتر جگہ میں پوسٹنگ کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

خاکسار سیف الدین از جاجپور (اڑیسہ)

۲۔ احباب کرام سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ میرے حق میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے دین و دنیا کے کاروبار میں ترقی دے اور سلسلہ کی خدمت کی توفیق دے۔ نیز والد صاحب کی صحت کے لئے بھی دعا کی درخواست ہے۔

خاکسار بشیر احمد اینڈ کو مارکہ بیڑی فیکٹری چنتہ کنٹہ

۳۔ میرے والد محترم مولوی حبیب اللہ صاحب ساکن آسنور صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان دنوں سخت بیمار ہیں۔ احباب جماعت و درویشان کی خدمت میں ان کی صحت یابی کے لئے نہایت عاجزانہ دعا کی درخواست ہے۔

خاکسار ملک عبد الکریم آسنوری کلکتہ

۴۔ عزیز میاں طارق احمد سلمہ رینہ مڈل کا سکالرشپ امتحان دے رہا ہے احباب کرام دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ عزیز کو سکالرشپ کے ساتھ نمایاں کامیابی عطا فرماتے اور خاندان اور سلسلہ کے لئے درخشندہ گوہر بنائے۔ آمین۔

خاکسار سید محمد موسیٰ مبلغ سلسلہ مقیم کیرنگ (اڑیسہ)

۵۔ مولوی محمد احمد صاحب کاکا افغانان درویش قادیان نے اپنی اہلیہ کو غرض علاج گورو نانک ہسپتال امرتسر میں داخل کرایا ہوا ہے۔ اپنڈے سائیٹس کا اپریشن ہوا تھا۔ دیگر علاج جاری ہے۔ احباب جماعت سے موصوفہ کی صحت کاملہ کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ (ایڈیٹر)

۶۔ میری نسبتی ہمشیرہ امسال ساتویں ایف اے کے امتحان میں شریک ہو رہی ہے یکم مئی سے امتحان شروع ہے۔ نمایاں کامیابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

محمد حنیف الہ آبادی

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بزبان ہندی

اِس مفید کتاب کو لائبریری میں رکھنے کی ضرورت ہے

از محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہندی زبان میں شائع ہو گئی ہے بعض لوگ اپنی ناسمجھی اور حالات سے بے خبری کی وجہ سے حضرت بانی اسلام کی ذات اقدس کے متعلق تحریری یا تقریری طور پر نامناسب خیالات یا ہتک آمیز الفاظ کا استعمال کرتے رہتے ہیں۔ اس کا ازالہ کرنا ہر محب رسول اور باغیرت احمدی مسلمان کا اوّلین فرض ہے۔ اس سلسلہ میں جماعت احمدیہ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت۔ مناقب جلیلہ اور حالاتِ زندگی کو دنیا کی مختلف مشہور زبانوں میں شائع کرنے کا پروگرام بنایا گیا ہے۔ کتاب سیرت آنحضرت صلعم بزبانِ ہندی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے تحریر فرمودہ دیباچہ قرآن کریم میں سے سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل حصہ کا ہندی میں ترجمہ ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے ان غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جاتا ہے جو اسلام اور حضرت بانی اسلام کے خلاف ہندی جاننے والے دوستوں میں پائی جاتی ہیں۔ اور اہل ملک کے دلوں میں اسلام اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق جذبہ محبت و عقیدت پیدا ہوگا۔ اور ہندوستان کی دو بڑی قوموں میں باہم محبت و اتحاد کو فروغ حاصل ہوگا۔

یہ کتاب زیادہ سے زیادہ تعداد میں ملک بھر کی پبلک لائبریریوں۔ کالجوں سکولوں اور یونیورسٹیوں کی لائبریریوں میں رکھی جانی ضروری ہے۔ اسی طرح ہندو مذہبی و سیاسی لیڈروں کو بھی مطالعہ کے لئے دی جانی ضروری ہے

نظارت ہذا نے یہ کتاب سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق کثیر اخراجات کر کے شائع کرائی ہے۔ کتاب $\frac{22 \times 18}{8}$ سائز کے ۲۴۸ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کی قیمت چار روپے ہے۔

اس اعلان کے ذریعہ میں تحریک کرتا ہوں کہ آپ حسب توفیق جس قدر کتب اپنی طرف سے اس بابرکت غرض کی تکمیل کیلئے لائبریریوں میں رکھوانا چاہیں (کم از کم ایک نسخہ تو ضرور رکھوایا جائے) تو فی نسخہ چار روپے کے حساب سے ناظر دعوت و تبلیغ کے نام یا دفتر محاسب میں "امانت سیرت آنحضرت صلعم ہندی" کی مد میں ارسال فرما کر ممنون فرماویں۔ میں امید کرتا ہوں کہ میری یہ تحریک جو در اصل احباب کے لئے بہت مبارک ثابت ہوگی۔ انشاء اللہ نتیجہ خیز ثابت ہوگی۔ اور حسب سابق احباب میری اس درخواست کو قبول فرما کر جلد اپنی پیشکش سے مطلع فرمائیں گے۔

اور یہ بھی درخواست ہے کہ جن شہروں میں معیاری لائبریریاں ہوں اُنکے پتوں سے بھی اطلاع دیں تاکہ آپ کی پیشکش کے بعد نظارت ہذا ان لائبریریوں کو کتابیں بھجوا سکے۔

قادیان میں عید الاضحیہ کی قربانیاں

عید الاضحیہ قریب سے قریب تر آ رہی ہے۔ صاحب حیثیت مومن اس موقعہ پر قربانی ذبح کرنے کے فریضہ کو ادا کرنے کی دلی خواہش رکھتا ہے۔ اللہ اس کی اس نیک تمنا کو پورا کرنے کے سامان کرے۔ اور اُسے بپایۂ قبولیت جگہ دے شرعی نقطۂ نگاہ سے چونکہ قربانی کا گوشت کوئی صدقہ نہیں ہوتا اسلئے قربانی کرنیوالا اپنے رشتہ داروں پڑوسیوں اور دوسرے تعلق داروں کو اس گوشت کا ہدیہ پیش کر سکتا ہے۔ نیز اپنے رہائشی مقام کے علاوہ کسی دوسرے مقام پر بھی اس کی طرف سے قربانی دی جا سکتی ہے۔

قادیان جماعت احمدیہ کا دائمی مرکز ہونے کے لحاظ سے اور اس پہلو سے کہ اس مقدس مقام میں جن دوستوں کو اس وقت قیام کی سعادت حاصل ہے در اصل وہ ساری کی احمدیہ جماعت کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ بعض دوستوں کی خواہش ہوتی ہے کہ اُن کی قربانی کا جانور جماعتی انتظام کے ماتحت قادیان ہی میں ذبح کیا جائے۔ تاکہ اُن کی طرف سے گوشت کا ہدیہ درویشان کرام کو پیش کیا جا سکے۔

اسی طرح بعض دوست ایسے مقامات میں رہائش رکھتے ہیں۔ جہاں قربانی کا موزوں جانور دستیاب ہونے میں دقت پیش آتی ہے یا بعض دوست اپنی مصروفیات کی وجہ سے جانور کے ذبح کرنے اور اُس کا گوشت حسب دلخواہ افراد تک پہنچانے کے وسائل نہیں رکھتے۔ ان سب احباب کی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے اُن کی طرف سے مرکز سلسلہ میں قربانی ذبح کرنے کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔ ایسے دوستوں کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ اس وقت قادیان میں اوسط درجہ کا قربانی والا جانور $\frac{30}{25}$ روپیہ میں دستیاب ہوتا ہے پس جو دوست اس بات کی خواہش رکھتے ہوں کہ عید الاضحیہ کے موقعہ پر اس کی طرف سے قادیان میں قربانی دی جائے۔ وہ جلد از جلد مندرجہ بالا حساب سے قربانی کی رقوم امیر جماعت احمدیہ قادیان کے نام ارسال فرمائیں۔ اور اپنے ارادہ اور خواہش سے اطلاع بخشیں۔ تا بروقت انتظام کیا جا سکے

خاکسار مرزا وسیم احمد قائمقام امیر جماعت احمدیہ قادیان

مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل وکیل یادگیر کیلئے خصوصی دعا کی تحریک

مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل وکیل یادگیر جماعت کے مشہور و معروف دوست ہیں سلسلہ سے محبت اور خلوص رکھنے کے باعث علاقہ جنوبی ہند میں تبلیغ و اشاعت میں آنریری خدمت بڑی محنت اور تندہی سے بجا لاتے رہے ہیں۔ آپ چند ماہ سے بلڈ پریشر گردوں میں خرابی نیز دل کے عارضہ سے شدید طور پر علیل ہیں اس وقت بیکلگور اور میں علاج معالجہ جاری ہے۔ احباب جماعت اپنے مخلص بھائی کی صحت کاملہ عاجلہ اور درازی عمر کے لئے خصوصیت سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ان کو جلد صحتیاب فرمائے۔ اور بیش از پیش خدماتِ سلسلہ بجا لانے کی توفیق دے۔ آمین۔

(ادارہ)

مالی سال کا آخر

صدر انجمن احمدیہ قادیان کا موجودہ مالی سال ۳۰ر اپریل کو ختم ہو رہا ہے جس میں صرف ایک ہفتہ باقی ہے۔ متعدد جماعتوں کی تاریخ وصولی چندہ جات بجٹ کے مطابق نہیں ہے۔ اور بعض جماعتوں کی طرف سے وصول شدہ چندہ جات کی رقم بجٹ کے مقابل پر بہت کم ہے۔ لہذا جملہ احباب جماعت اور عہدیداران کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اس آخری ہفتہ میں اپنی اپنی جماعت سے وصولی چندہ جات کے لئے خاص کوشش اور جد و جہد کر کے فرض شناسی کا ثبوت دیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

نیز جن جماعتوں میں مرکزی چندہ کا وصول شدہ رقم تا حال مرکز بھجوانی باقی ہو ان کو چاہیئے کہ فوری توجہ فرماویں اور بلا تاخیر جمع شدہ رقوم مرکز میں بھجوا دیں۔ تاکہ ۳۰ر اپریل تک داخل خزانہ ہو کر موجودہ مالی سال میں شمار ہو سکے۔

امید ہے کہ جملہ احباب جماعت، صدر صاحبان اور عہدیداران مال ان چند ایام میں وصولی چندہ جات کے کام کو زیادہ سے زیادہ تیز کر کے گذشتہ کمی کا ازالہ کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

جناب سردار گلاب سنگھ صاحب چیف پارلیمنٹری سیکرٹری پنجاب گورداسپور میں

گورداسپور ۲۰ر اپریل۔ پنجاب کے چیف پارلیمنٹری سیکرٹری جناب سردار گلاب سنگھ صاحب اپنے دورہ پر گورداسپور تشریف لائے۔ دفتر ڈسٹرکٹ انفارمیشن سروس میں دوپہر کے کھانے کے بعد جبکہ ڈی سی صاحب گورداسپور و دیگر افسران ضلع کے علاوہ ضلع کے تمام اخباری نمائندے بھی موجود تھے آپ نے تقریر کرتے ہوئے پنجاب کے پریس کی تعریف کی اور بتایا کہ جرنلزم جس قدر مشکل ہے اسی قدر اہم اور بڑی ذمہ داری کا کام بھی ہے۔ اگر صحافت اپنے صحیح منصب کو سمجھتے ہوئے مزاج کے ساتھ ملک و ملت کی گرانقدر خدمات بجا لا سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں اس موقعہ پر پنجاب کے صحافیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے پہلے وطن کی آزادی کے حصول میں نمایاں امداد کا میاب حصہ لیا اور اب جبکہ ملک کی تعمیر کا وقت ہے۔ وہ اپنا بہتر تعاون پیش کر رہے ہیں۔ آپ نے تلقین کی کہ باہمی تعاون اور ملکی اتحاد پر زور دیا جانا چاہیئے۔ آپ نے ضلع کے اخبارات کی بعض مشکلات کو بھی سنا اور ان کے حل کی تجاویز پر بھی اظہار خیال فرمایا اور اپنے قیمتی مشورہ سے بھی مستفید فرمایا۔

جناب سردار صاحب سے قبل مسٹر آر ایل جین ڈسٹرکٹ انفارمیشن و پبلک ریلیشنز نے آپ کا تعارف کراتے ہوئے آپ کی ان بیش قیمت خدمات کا ذکر کیا جو آزادی وطن کے سلسلہ میں آپ نے سر انجام دیں۔ آپ نے بتایا کہ موصوف نے پھول اور کانٹے نام کی اپنی تصنیف میں اس کامیاب جد و جہد کو تفصیل سے بیان کیا۔ جناب ورما صاحب نے حصول آزادی کے بعد ملکی تعمیر کے سلسلہ میں بھی موصوف کی قابل قدر مساعی پر جا بجا روشنی ڈالی۔

(نامہ نگار)

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ بقیہ صفحہ

خرچہ کی ڈگری حاصل کر کے قرقی کا حکم جاری کرا لیا۔ اس پر مرزا صاحبان نے جن کے پاس اس وقت قرقی کی بے باکی کے لئے روپیہ نہیں تھا حضرت مسیح علیہ السلام کو بڑی تجاجت کا خط لکھا اور پیغام تک کہلا بھیجا کہ بھائی ہو کر اس قرقی کے ذریعہ ہمیں کیوں ذلیل کرنے لگے ہو۔ حضرت مسیح موعود کو ان حالات کا علم ہوا تو آپ اپنے وکیل پر سخت خفا ہوئے کہ میری اجازت کے بغیر خرچہ کی ڈگری کیوں کرائی گئی ہے؟ اسے فوراً واپس لو اور دوسری طرف مرزا صاحبان کو جواب بھجوایا کہ آپ بالکل مطمئن رہیں کوئی قرقی نہیں ہوگی۔ یہ ساری کارروائی میرے علم کے بغیر ہوئی ہے۔

دوست سوچیں اور غور کریں کہ حضرت مسیح موعود کے رشتہ دار جن کی دشمنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی حضور کو دکھ دینے کے لئے اور حضور کی ننھی سی جماعت کو (اس وقت جماعت ننھی سی ہی تھی) پریشان کر کے منتشر کرنے کے لئے ایک خطرناک تدبیر کرتے ہیں اور اس تدبیر کو کامیاب بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں اور جھوٹا اور سچا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے مگر وہ جب ناکام ہوتے ہیں اور حضرت مسیح موعود کی اطلاع کے بغیر ان پر خرچہ کا بوجھ ڈال دیا جاتا ہے۔ تو حضرت مسیح موعود کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ظالم ہوتے ہوئے گلہ کرتے ہیں کہ ہم پر یہ بوجھ کیوں ڈالا جا رہا ہے اس کے مقابل پر حضرت مسیح موعود مظلوم ہوتے ہوئے بھی اپنے دشمنوں سے معذرت کرتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ میرے وکیل نے مجھ سے پوچھے بغیر یہ ڈگری جاری کرا دی ہے۔ یہ سلوک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کے اس عدیم المثال سلوک کی اتباع میں تھا۔ جو آپ نے فتح مکہ کے موقعہ پر اپنے مفتوح اور مغلوب دشمنوں سے فرمایا تھا:

اِذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ
لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ

یعنی جاؤ تم آزاد ہو میری طرف سے تم پر کوئی گرفت نہیں۔

(۵)

انسان کے اخلاق میں مہمان کا بھی ایک خاص مقام ہوتا ہے اس تعلق میں ایک مختصر سی بات بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہوں ایک بہت شریف اور بڑے غریب مزاج احمدی سیٹھی غلام نبی صاحب ہوتے تھے جو رہنے والے تو چکوال کے تھے مگر راولپنڈی میں دکان کیا کرتے تھے انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں حضرت مسیح موعود کی ملاقات کے لئے قادیان آیا۔ سردی کا موسم تھا اور کچھ بارش ہو رہی تھی میں شام کے وقت قادیان پہنچا تھا۔ رات کو جب میں کھانا کھا کر لیٹ گیا اور کافی رات گذر گئی اور قریباً بارہ بجے کا وقت ہو گیا تو کسی نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کھڑے تھے۔ ایک ہاتھ میں گرم دودھ کا گلاس تھا اور دوسرے میں لالٹین تھی۔ میں حضور کو دیکھ کر گھبرا گیا مگر حضور نے بڑی شفقت سے فرمایا کہیں سے دودھ آ گیا تھا میں نے کہا آپ کو دے آؤں آپ یہ دودھ پی لیں آپ کو شاید دودھ کی عادت ہوگی۔ اس لئے یہ دودھ آپ کے لئے لیا ہوں سیٹھی کہا کرتے تھے کہ میری آنکھوں میں آنسو امڈ آئے کہ سبحان اللہ کیا اخلاق ہیں یہ خدا کا برگزیدہ مسیح اپنے ادنیٰ خادموں تک کی خدمت اور دلداری میں کتنی لذت پاتا اور کتنی تکلیف اٹھاتا ہے۔

(۶)

ہمارے بڑے ماموں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم نے میری تحریک پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق و عادات کے متعلق ایک مضمون لکھا تھا۔ اسی مضمون میں وہ فرماتے ہیں:۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بہت ہی رؤف و رحیم تھے سخی تھے مہمان نواز تھے اشجع الناس تھے ابتلاؤں کے وقت جبکہ لوگوں کے دل بیٹھے جاتے ہیں آپ شیر نر کی طرح آگے بڑھتے تھے عفو، چشم پوشی، فیاضی، خاکساری، وفاداری، سادگی، عشق الٰہی، محبت رسول، ادب بزرگان دین، ایفاء عہد، حسن معاشرت، وقار، غیرت، ہمت، اولوالعزمی، خوش روئی اور کشادہ پیشانی آپ کے ممتاز اخلاق تھے .... میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس وقت دیکھا جب میں دو برس کا بچہ تھا پھر آپ میری ان آنکھوں سے اس وقت غائب ہوئے جب میں ستائیس سال کا جوان تھا مگر میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں نے آپ سے بہتر آپ سے زیادہ خوش اخلاق۔ آپ سے زیادہ نیک۔ آپ سے زیادہ بزرگ۔ آپ سے زیادہ شفقت رکھنے والے آپ سے زیادہ اللہ اور رسول کی محبت میں غرق رہنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا آپ ایک نور تھے جو انسانوں کیلئے دنیا پر ظاہر ہوا اور ایک رحمت کی بارش تھے جو ایمان کی لمبی خشک سالی کے بعد اس زمین پر برسی اور اسے شاداب کر گئی!

اللھم صل علیہ وعلیٰ مطاعہ محمد و بارک وسلم

Regd: No. P: 67

The Weekly BADR QADIAN

26, APRIL 1962. No. 17

اسلام و احمدیت کے متعلق قابل مطالعہ لٹریچر

اگر آپ اسلام اور احمدیت کے متعلق ٹھوس معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو نظارت دعوت و تبلیغ قادیان کی طرف سے شائع کردہ کتب و رسائل کا حسب پسند زبان میں مطالعہ کریں۔ ان کے مطالعہ سے آپ کو حقیقی مذہب اور اس کی خصوصیات اور اہمیت کے بارہ میں نہایت تسلی بخش طور پر پختہ دلائل سے آگاہی ہوگی امن عالم کے قیام کی بہتر تجاویز اور دنیا میں روحانی انقلاب کے لئے جن اسباب و ذرائع کو عمل میں لانے کی شدید ضرورت ہے سب کچھ ذیل کے لٹریچر میں مل سکتا ہے:-

لائف آف محمدؐ (انگریزی) — دیباچہ تفسیر القرآن انگریزی مصنفہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس حصہ کی الگ اشاعت جو سیرۃ النبی صلعم سے تعلق رکھتا ہے۔ قیمت ۳ روپے

خصوصیات قرآن (انگریزی) — از دیباچہ تفسیر القرآن انگریزی مصنفہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ۔ اس حصہ میں خصوصیات قرآن پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیمت ۲۷ نئے پیسے

احمدیت یعنی حقیقی اسلام، مجلد (انگریزی) — حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا یہ مضمون کانفرنس مذاہب عالم منعقدہ لنڈن ۱۹۲۴ء میں پڑھا گیا جس میں یہ ثابت کیا گیا کہ اس زمانہ میں احمدیت ہی حقیقی اسلام ہے۔ اسلام احمدیت کی تعلیم اور اس کے تمدنی احکام کو بھی بیان کر کے ان کی فضیلت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ قیمت پانچ روپے

اسلامی اصول کی فلاسفی، مجلد (انگریزی) — انسان کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی حالتوں کا بیان۔ الہام اور بعث الموت کی بحث روحانی علوم کے ذرائع۔ نیز قرآن کریم کی تعلیم کی فضیلت۔ تعدد ازدواج پردہ کی حکمت۔ اور قرآن کریم کی متعدد آیات کی تفسیر۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ

اسلامی اصول کی فلاسفی (اردو) — " " " قیمت ایک روپیہ۔

کشتی نوح (اردو) — حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے اپنی جماعت کو نصائح اور تعلیم احمدیت اور اپنے عقائد کا بیان۔ قبر مسیح کے متعلق ایک اسرائیلی عالم کی شہادت۔ انجیل اور قرآن کریم کا موازنہ۔ قیمت ۶۲ نئے پیسے

امن کے شہزادہ کا آخری پیغام (اردو) — سچے مذہب کی دلیل بین الاقوامی اتحاد کے زریں اصول اور ان پر عمل پیرا ہونے کی دعوت۔ ایک دوسرے کے مذہبی بزرگوں کی تعظیم کی تلقین (زبان اردو و ہندی ۱۲ نئے پیسے اور انگریزی ۲۵ نئے پیسے)

ضرورت مذہب (اردو) — مذہب پر اعتراضات کے جوابات خدا تعالیٰ کی ہستی کے دلائل۔ مقصد پیدائش انسانی۔ ضرورت مذہب کے دلائل۔ اسلام بمقابلہ دیگر مذاہب۔ قیمت ۲۷ نئے پیسے

تبلیغ اسلام زمین کے کناروں تک (با تصویر اردو) — تبلیغ و اشاعت اسلام کے سلسلہ میں جماعت احمدیہ کی عظیم الشان خدمات جماعت احمدیہ کی تبلیغی جدوجہد پر غیروں کی آراء۔ یورپ۔ امریکہ۔ افریقہ اور ایشیا کے تبلیغی مشنوں اور احمدیہ مساجد وغیرہ کی تفصیل۔ قیمت ۵۰ نئے پیسے۔

آسمانی پیغام (اردو) — شائع کردہ بر موقعہ آل انڈیا کانگرس سیشن امرتسر ۱۹۵۶ء۔ جماعت احمدیہ کی خصوصیات کا بیان۔ باہمی جھگڑوں کے حل کا طریق۔ قیمت ۲۵ نئے پیسے